ایمان ویقین سے محروم

ہر جماعت میں کچھ لوگ ایمان ویقین سے محروم اور عزم وہمت سے تہی دست ہوتے ہیں۔ وہ جب دیکھتے ہیں کہ عزم وہمت کا کوئی قدم اٹھایا جارہا ہے تو اپنی کم زوری سے خود بھی باز رہتے ہیں اور چاہتے ہیں دوسروں کو بھی باز رکھیں۔ پھر جب جماعت قدم اٹھا دیتی ہے تو الگ تھلگ رہ کر غیروں کی طرح تماشا دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی حادثہ پیش آ گیا تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ''اچھا ہوا ہم ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوئے'' اگر کام یابی ہوتی ہے تو رشک وحسد سے جل مرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ''کاش ہم نے بھی ساتھ دیا ہوتا تو آج کام یابی میں ہمارا حصہ ہوتا'' گویا ان کی شخصیت جماعت کی ہستی سے بالکل الگ ہے، نہ تو اس کا نقصان ان کا نقصان ہے، نہ اس کی کام یابی ان کی کام یابی۔

اسلام کے ابتدائی عہد میں بھی ایسے لوگ موجود تھے۔ قرآن ان کے اعمال بیان کرتا اور انھیں مومن کی جگہ منافق قرار دیتا ہے۔

(ترجمان القرآن جلد۲، ص ۴۸۹۔۴۹۰، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ)

درس حدیث

اذان کی اہمیت وفضیلت

محمد اظہر مدنی

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو يعلم الناس مافی النداء والصف الاول ثم لا يجدوا الا أن يستهموا، ولو يعلمون مافی التهجير لا ستبقوا اليه، ولو يعلمون مافی العتمة والصبح لأتوهما ولو حبواً'' (صحيح بخاری: ٦١٥، باب الاستهام فی الاذان ويذكر ان اقواما اختلفوا فی الاذان فاقرع بينهم معه، كتاب الاذان)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرلوگوں کومعلوم ہوجاتا کہ اذان دینے اورنماز صف اول میں ادا کرنے سے کتنا ثواب ملتا ہے، پھران کے لیے قرعہ اندازی کرنے کے سواءاورکوئی چارہ نہ باقی رہتا، توالبتہ اس پرقرعہ اندازی ہی کرتے اوراگرلوگوں کومعلوم ہوجاتا کہ نماز کے لیے جلدی آنے سے کتنا ثواب ملتا ہے تواس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔اوراگرلوگوں کومعلوم ہوجاتا کہ عشاءاورصبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے توضرورگھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ان کے لیے آتے۔

تشریح: اذان کی اہمیت وفضیلت قرآن واحادیث سے ثابت ہے۔یہ اسلام کے اہم شعائر میں سے ایک شعار ہے،نماز جیسی اہم اورعظیم عبادت کی اطلاع دینے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کی ابتداء مدنی زندگی کی ابتدائی دور میں ہوئی۔تعمیر مسجد نبوی کے بعد یہ مسئلہ درپیش آیا کہ مسلمانوں کونماز کی اطلاع کیسے دی جائے۔مختلف قسم کی تدبیریں اور یہود ونصاریٰ کے مروجہ طریقے بھی زیر بحث آئے۔ یہ مسئلہ ابھی زیرغور ہی تھا کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی ان کواذان کے کلمات سکھارہا ہے جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس خواب کو بیان کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تیزی سے چلے آرہے ہیں اور بیان کررہے ہیں کہ انہیں بھی خواب میں یہی کلمات سکھائے گئے ہیں۔یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اورفرمایا کہ یہ کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کوسکھادو۔

اذان کی بڑی فضیلت اوراہمیت ہے۔مسلم شریف کی روایت ہے،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کویہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بروز قیامت مؤذن کی گردن سب سے زیادہ لمبی ہوگی۔(۲۴۲/۱) بخاری کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤذن کی آواز جن وانس اوران کے علاوہ جو چیز بھی سنتی ہیں بروز قیامت اس کے حق میں گواہی دیں گی۔اورایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے توشیطان ہوا خارج کرتا ہوا پیٹھ پھیر کر بڑی تیزی سے بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز اس کے کان کو نہ لگ سکے اور جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا،عکرمہ،مجاہد،قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہتا ہے تووہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے(قرطبی ۱۵/۳۱۵)اورمحمد بن سیرین،سدی،عبدالرحمٰن بن زید بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد نیک موذنین ہیں اوران سے بہتر کون داعی الی اللہ ہوسکتا ہے۔یہ یقیناً بہت نیک کام اورفضیلت والا عمل ہے جس کا اجرعظیم رب العالمین کے پاس ہے۔

مذکورہ بالا آحادیث سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اگرلوگوں کواذان کی فضیلت کا علم ہوجائے تولوگ قرعہ اندازی کرنا شروع کردیں گےاور بروز قیامت جب سارے لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ سے شرابور ہوں گےاورسخت پیاسے ہوں گے،اس پریشانی اورکرب کے عالم میں مؤذنین کو پیاس کی شدت نہیں ستائے گی اوران کی گردنیں ان کے اعمال صالحہ کے بدولت سب سے اونچی ہوں گی۔یعنی میدان محشر میں سب سے ممتاز اورمنفرد نظر آئیں گے۔اجروثواب میں سب سے زیادہ ہوں گے۔انہیں اللہ کی رحمت کی سب سے زیادہ امید ہوگی۔گردنوں کواونچی کئے ہوئے بغیرکسی ندامت اورشرمندگی کے کھڑے ہوں گے۔اس سے بڑھ کر بات اورکیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤذنین کی مغفرت کے لیے دعافرمائی ہے۔''**الامام ضامن والموذن مؤتمن اللهم ارشد الائمه واغفر للمؤذنين**''۔''امام ضامن ہےاورمؤذن امانت دار ہے۔اللہ تعالیٰ ائمہ کی رہنمائی فرمااورمؤذنین کی مغفرت فرما''(سنن ابی داؤد:۱/۱۴۷/۲۵۴ ۵۱۷)

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں مؤذنین کو بہت نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب کہ ان کا مقام اللہ کے یہاں بہت بلند ہےاوروہ اس کام کوانجام دیتے ہیں جومسلمانوں کی شان وشوکت اور اسلام کے شعار کا مظہر ہے۔اورایک عظیم عبادت کے فرض منصبی پر مامور ہیں ہمیں چاہئے کہ مؤذنین حضرات کا احترام کریں،شریعت نے ان کوجومقام عطافرمایا ہے ان کوانہی نگاہوں سے دیکھیں اوران کا جوحق ہے وہ اداکریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کونیک عمل کرنے اورنیک لوگوں کا ساتھ دینے نیز اذان جیسی عظیم عبادت کوانجام دینے اورمؤذنین کی قدرکرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین **وصلى الله على نبينا محمد.**

مدیر مسئول
اصغرعلی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہرنقوی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
انسانی زندگی پرعقیدۂ توحید کے اثرات	۷
جمعہ کے احکام ومسائل-کتاب وسنت کی روشنی میں	۹
راہ حق سے ہٹانے والی چیزیں	۱۳
محسن انسانیت ﷺ کی مثالی تعلیم وتربیت	۱۷
پردے کا شرعی حکم	۲۰
صلہ رحمی (رشتہ داروں کے حقوق) (نظم)	۲۱
اصحاب صفہ: ایک مختصر تاریخ	۲۲
طب وصحت	۲۹
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ———— ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ———— ۷/روپے
پاکستان ———— ۵۰۰/روپے

بلادعربیہ ودیگرممالک سے ۳۵ڈالریااس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

فتنوں سے بچو!

ایک عام سی بات ہے، جومعلوم ومسلم ہے کہ بھلائی کوعام کرنا، برائیوں سے بچنااوراس کی روک تھام کے لیےکوشاں رہناحسب حیثیت وضرورت فرض ہےاوراس کی کم ازکم حیثیت یہ ہے کہ دل میں اسے براجانے اوراس سے بھی ضروری ہے کہ ان منکرات وفواحش اورظلم وزیادتی کے حدودوقیودکوپہچانے اور ان کے ازالہ وخاتمہ اورروک ٹوک کے اصول وضوابط کوبہترطورپرجانے اوراس کے اندرتصرف وتعبیر کے مسئلے کااچھی طرح شرعاوعقلاادراک وعلم رکھے۔اس کے شرائط واحکام کے سلسلے میں ادنی خوش فہمی اورغلط فہمی کاشکارنہ ہو،ورنہ اصلاح کے بجائے فتنہ وفساد کادروازہ کھل جائے گا۔اوریوں بھی قاعدۂ مسلمہ،عرف عام اورامور بدیہیہ میں یہ واضح بات ہے کہ جس ازالہ منکرپراس سے بڑامنکروفساد کا گمان اوراندیشہ ہواس سے دست کش ہوتے ہوئے کنارہ کشی اختیارکرلینی چاہئے واذامرواباللغومرواکراما کی تفسیربن جاناچاہئے۔یہاں اس امر کے واضح ہونے، مشاہدے میں آتے رہنے اورعبرالقرون تجربے میں ہونے کے باوجودکچھ لوگوں کومغالطہ یاخوش فہمی ہوجاتی ہے کہ یہ کم ازکم عزیمت کے خلاف ہےاورجوکچھ اجازت ہے وہ رخصت، گنجائش اورمصلحت کوشی ہے وغیرہ وغیرہ۔اوریہ مغالطہ عزیمت ورخصت، دفع مضرات وجلب منافع، فتنہ اورابتلاء ومحن کے درمیان فرق اورمختلف طبقات وشخصیات اورحیثیات اوراوقات وضرورات اورموقع ومحل کونہ سمجھنے کی وجہ سے ہوتاہے۔یہ توعام حالات کی بات ہے مگرایسے اوقات میں جب کہ فتنہ واقع ہوگیاہواس کامعاملہ تواورزیادہ حیطۂ وحذراورپھونک پھونک کرقدم رکھنے کاہوتاہے۔ہرکہ ومہ کے بس کی بات نہیں ہوتی جواس میں رائے زنی کرے، اس کوموضوع بحث بنائے اورامت اور انسانیت کومبتلائے فتنہ وفسادکردے۔کیونکہ فتنوں کے زمانہ میں بڑے بڑوں کو احساس نہیں ہوتاکہ یہ فتنہ وفسادہے۔اوراس سے بچنافرض ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کے منجملہ فضائل ومناقب مسلمہ کے، یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کی عادل، ثقہ ومقدس جماعت میں سے آپ ہی کے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتھااقضاھم علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے قاضی اورفیصلہ کرنے والے ہیں۔ان کے مصاحب، فقیہ امت اور مستشاروامانت دارحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمایاکرتے تھے۔’’ان الفتنۃ اذا اقبلت شبھت واذا ادبرت تبینت‘‘(الطبری)

فتنہ جس وقت برپا ہوتا ہے وہ لوگوں پر مشتبہ اور غیر واضح ہوتا ہے، مختلف لباسوں اور اسالیب میں ظہور پذیر ہوتا ہے اور جب گذر جاتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کتنا بڑا فتنہ تھا اور بربادیوں اور تباہیوں کا کس قدر پیش خیمہ ثابت ہوا۔ فتنۂ افک ہو یا فتنۂ ارتداد، فتنۂ سبائیت ہو یا فتنۂ حروریت، بلوائیان کوفہ و بصرہ کا عثمان غنی کے خلاف فتنہ ہو یا موجودہ دور کے فتنہائے وسیع وعریض داعش ودہشت گردی، یہ سب شوشے تھے جو چھوڑ دیئے گئے تھے، بعد میں ان کے جو بھیانک نتائج ظاہر ہوئے اور بربادیاں ہوئیں ان کو کھلی آنکھوں سے دنیا نے دیکھا اور آج بھی عراق وشام اور دنیا کے دیگر بہت سے اماکن ومقامات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

فتنہ برپا کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ اس کے لیے بدنیتی اور منصوبہ بندی لازمی ٹھہرے اور اعداء اسلام و مسلمین اور دشمنان انسانیت ہی اس کی ابتدا کریں بلکہ سادہ لوحی اور اخلاص پر مبنی بعض اچھے لوگوں کے غلط اقدامات بلکہ چند کلمات بڑے بڑے فتنوں کے جنم داتا بن جاتے ہیں اور پوری انسانیت کو خرخشے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بلکہ ملت کی پوری کی پوری کشتی سواروں کے ساتھ غرقاب ہوجاتی ہے اور اس میں صالح وطالح کی کوئی تمیز نہیں رہ جاتی۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ فتنوں سے دور رہو'' **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب** ''(الانفال:۲۵) ''اور تم ایسے فتنہ (وبال) سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔

اس لیے سلف ہر چھوٹے بڑے فتنے سے بچتے تھے، اور اس کی روک تھام کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے فتنے کو جو بظاہر اخلاص اور عدل وانصاف پر مبنی تھا کو فوراً ختم کر دیا اور یہی نہیں کہ اس کو ختم کر دیا بلکہ آئندہ بھی اس طرح کے فتنوں سے کوسوں دور رہنے اور اس کو جڑ سے ختم کر دینے کی تاکید فرمائی۔ ذوالخویصرہ جس نے ایک موقع پر آپ کے تقسیم مال غنیمت پر اعتراض کرتے ہوئے بظاہر انصاف کا بول بالا قائم کرتے ہوئے نعوذ باللہ۔ جب یہ کہا کہ **اعدل يا محمد!** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انصاف سے کام لیں تو آپ نے گویا اس کی بولتی بند کر دی اور متنبہ کیا کہ آئندہ بھی اس قماش کے لوگ ہماری امت میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ باتیں ان کی بڑی چکنی چپڑی قرآن وحدیث کی روشنی میں عدل پروری اور انصاف گستری کی منہ بولتی تصویر لگیں گی۔ تم اپنے قرآن پڑھنے، حدیث پر چلنے اور نیک اعمال کرنے کو ان کے سامنے ہیچ اور حقیر سمجھو گے مگر یہ لوگ دین سے ویسے ہی نکل چکے ہوں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ پھر آپ نے ان کی بیخ کنی کی ترکیب بتائی۔

خوارج کا یہ فتنہ کچھ دوسرے بھیس میں شیطان کے وسوسے سے بھی آنے کے لیے پرتولتا رہا۔ مومنین صادقین نے اسے پنپنے نہ دیا۔ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراضات کم نہ تھے جو اخلاص پر مبنی تھے مگر صحابہ کا فہم، ان کا ایمان، ان کا تعامل، ان کا پاک معاشرہ ان آراء اور اعتراضات کو فتنہ نہیں بننے دیتا تھا۔ سماعون للکذب اور جھوٹ باندھنے والے بھی کم تھے جس کی وجہ سے فتنہ کی کاشت کرنے والے اس پاک معاشرے میں اور اسلوب ومنہج صحابہ کے سامنے اپنے فتنوں کی آبیاری کرنے سے عاجز تھے۔ تاریخ اور ادیان وفرق کے طالب علم جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عین ادائے صلوۃ میں قتل وشہادت کا واقعہ محض اس اعتراض ونقد پر نہ تھا کہ انہوں نے ایک لوہار کے حق المحنت کے سلسلے میں اعتراض کی بھرپور شنوائی نہ کی تھی اور اس مقدمے کو رفع کرنے میں کوتاہی کی تھی بلکہ اس کے جو تانے بانے تھے اس سے کوئی ہوش مند کیوں کر آنکھیں موند سکتا ہے۔ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کر کے نامۂ اعمال سیاہ کرنے والوں اور فتنوں کو جواز عطا کرنے والوں کے مغالطے میں پڑے بغیر ہمیں ذوالخویصرہ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے ان واضح واقعات وحادثات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ شر کا دروازہ وا کر کے فتنوں پر بند باندھنا خود فریبی اور عاقبت نااندیشی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اُنہی مغالطات وتسامحات اور ظنیات وتخرصات کی وجہ سے امت اور انسانیت میں فتنوں کی آبیاری ہوتی ہے اور فتنہ بازوں کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ فتنہ چاہے جب ہو اول وقت پر تاڑ کر اسے بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی سعی بلیغ نہ ہوسکی تو اس کا عقلائے زمانہ، فقہاءِ عصر، دانائے کل اور اصلاح کے دعویداران کچھ نہ کرسکیں گے اور سفہاءِ زمانہ اپنے کرتوت کر دکھائیں گے۔ **اللهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذبك من شرورهم.**

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حکام وقت اور مخالفین علماء کے مظالم کو سہتے رہنے کے باوجود تلقین کرتے رہتے تھے کہ دیکھو! فتنہ جب واقع ہوجاتا ہے تو عقلاء بھی سفہاء اور نادانوں کے شر کو روکنے میں فیل ہوجاتے ہیں۔ اس لئے فتنوں سے بچو۔

سنن ابوداود کی حدیث بھی ہے کہ بڑے سیانے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو فتنوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

ہر دور میں سلف امت نے فتنوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے اور فتنہ برپا کرنے اور فتنہ میں ڈالنے اور پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فتنۂ خلق قرآن میں کن کن مصیبتوں سے دوچار ہوئے۔ یہ فتنہ خلق قرآن سب سے بڑا فتنہ تھا اور اس میں علماء دنیا و حکام برابر کے شریک تھے۔ جس کے پاداش میں امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو ناقابل بیان امتحان و آزمائش اور جسمانی و روحانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود آپ نے کسی طرح کی سورش اور ادنیٰ بدنظمی کو سننا بھی گوارہ نہ کیا۔ حالات اضطراری تھے پھر بھی آپ نے صبر سے کام لیا اور اصلاح اور دفع ظلم اور فسق و فجور کے ازالہ کے نام پر کسی طرح کے ردعمل سے بھی روکتے رہے۔ ایک مرتبہ جب پانی سر سے اوپر چلا گیا تو علماء بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ابو عبداللہ! یہ معاملہ طول پکڑ گیا ہے اور پانی سر کے اوپر بہہ رہا ہے۔ قرآن مخلوق ہے۔ اس کے انکار پر جبر و توبیخ اور ضرب و ظلم انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا تو بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں اس مشورہ کی غرض سے ہی حاضر ہوئے ہیں اور صاف صاف بتادینا چاہتے ہیں کہ حاکم وقت کی حکومت سے ہم راضی نہیں اور نہ ہی ہم ان کی امارت و سیادت کو پسند کرتے ہیں۔

امام اہل السنہ نے ان سے دیر تک بحث و مناظرہ کر کے قائل کرنے کی کوشش کی کہ یہ اقدام مزید ظلم و زیادتی کا باعث بنے گا، امت میں تفرقہ بازی ہوگی اور حالات بے قابو ہوجائیں گے۔ آپ نے ان سے کہا کہ دیکھو تم لوگ ان باتوں کو اپنے دل سے منکر جانو، مگر حکومت کی وفاداری و فرمانبرداری سے دست کش مت ہونا اور مسلمانوں میں پھوٹ اور لٹھ بازی کا سبب نہ بننا اور اپنا اور مسلمانوں کا خون نہ بہانا اور خوب غور و فکر کرلو کہ تم نے جو سوچا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔؟ اس لیے تم صبر سے کام لو تا آنکہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو راحت دیدیں اور فاجروں سے نجات دیدیں۔

علماء وقت کی اس جماعت نے آپ کی بات قبول نہ کی بلکہ آپ کے بھتیجے کے پاس پہنچ گئے، ان کے سامنے حجاج بن یوسف الثقفی کی ہر طرح کی خرابیوں کی فہرست پیش کر کے ان کو ورغلانا چاہا مگر انہوں نے اپنے والد کے مشورہ سے اس فتنہ کا حصہ بننے سے صاف انکار کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بالآخر حاکم وقت کے خلاف بغاوت کر ہی دی۔ مگر اپنی تمام تر تیاریوں کے باوجود منہ کی کھائی۔ بے تحاشا قتل کئے گئے۔ جیلوں میں ٹھونسے گئے۔ جان و مال، نجی اور حکومتی املاک و ارواح کے عظیم نقصان پہنچانے کے علاوہ اصلاح امت و حکومت کے نام پر کچھ کام انجام نہ دیا۔

اسی طرح کا واقعہ اس سے قبل رونما ہو چکا تھا ابن اشعث کا فتنہ جب برپا ہوا تو فتنہ بازوں کے ساتھ ایک خاصی تعداد قراء و علماء کی بھی شریک فتنہ ہوگئی اور وہ کب پیچھے رہنے والے تھے ان میں سے ایک جماعت نے کشاں کشاں امام وقت مشہور تابعی عالم اور یکے از فقہاء کبار حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اس ظالم حجاج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ جو بے دریغ معصوم خون بہا رہا ہے اور حرام مال اکٹھا کرر کھے ہیں۔ اور نماز چھوڑ رکھی ہے اور یہ اور وہ بہت سے جرائم گنائے حضرت حسن بصری سرخیل علماء تابعین اور وارث علوم صحابہ نے سمجھایا کہ میری رائے ہے کہ حجاج کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے گناہوں کی سزا کے طور پر مسلط کیا گیا ہے تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سزا اور عذاب کو تم ٹال نہیں سکتے اور اگر یہ آزمائش ہے تو تمہارا فرض بنتا ہے کہ صبر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ خود فرمادیں کیونکہ وہی بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اتنا سننا تھا کہ ان اصلاح کے علمبرداروں نے اس امام ہمام کو الٹا سیدھا کہنا شروع کردیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ کیا ہم اس (علج) یعنی عجمی کی بات مان لیں؟! دراصل کچھ لوگوں کے دلوں میں فتنہ و فساد جب گھر کر جاتا ہے اور فتنہ و فساد میں لگ جاتے ہیں تو ان کو کسی بڑے سے بڑے عالم اور حکیم کی بات خراب لگنے لگتی ہے کیونکہ یہ بات ان کے ہوی و ہوس سے میل نہیں کھاتی، دراصل فتنہ و فساد کا نشہ ان کے کاسۂ سر میں چڑھا ہوتا ہے اور ھوی و ہوس کی شر و خباثت ان کی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے، اس لئے وہ اللہ کے رسول ﷺ، حضرت ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور امام مالک، حسن بصری، خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، امام اہل السنہ احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہم اللہ جیسے لوگوں کو بھی عدل و انصاف سے دور، مداہنت زدہ، حکام کے چاپلوس و حاشیہ بردار اور نہ جانے کن کن القاب و ہفوات سے نوازنے لگتے ہیں۔ یہ صرف فتنہ گران عصر حاضر کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ قدیم زمانہ سے ہی اصحاب الاہواء کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تمام مظالم کے لوٹا دینے اور خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردینے کے باوجود خوارج نے ایک نہ سنی۔ بالآخر آپ نے خوارج کو بلا کر مناظرہ کیا۔ اور بظاہر ان کے سارے اشکالات دور فرمادیئے مگر جوان کا رویہ اور ظلم و زیادتی اور پروپیگنڈا تھا اس سے وہ باز نہ آنے والے تھے نہ باز آئے۔ آج بھی دیکھیں گے کہ عبرت و نصیحت اور موعظت کے ہزارہا سامان مہیا ہوجائیں فتنہ گران عصر حاضر اپنی

شورشوں اور ہوس رانیوں سے باز نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ نتیجہ کیا ہوا خیر القرون کے یہ مصلحین ابن الاشعث کے ساتھ ایک ایک کر کے قتل کئے گئے اور اصلاح ملک وملت کا کوئی کام انجام نہ پا سکا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں امیر اندلس کی سوانح کے ضمن میں ایک عظیم فتنہ کا طویل ذکر فرمایا ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے مختصر یہ کہ مشہور امیر اموی اندلسی خلیفہ حکم بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن حکم امیر اور امیر زادہ اور امیر کا پوتا ہے، بہادر سپہ سالار اور فاتح سب کے باوجود معاصی کا دلدادہ اور منکرات وفواحش اور بدفعلی میں معروف تھا۔ اس وقت اندلس میں علم وعلماء کا بڑا دور دورہ تھا صرف شہر قرطبہ میں چار ایسے اصحاب جبہ ودستار اور علماء تھے جو علماء کے بھیس میں اپنا سکہ چلاتے تھے۔

ان کو امیر اندلس حکم بن ہشام جو محرمات کی پامالی کا مرتکب تھا کی حکومت وخلافت سخت گراں گذری۔ چنانچہ انہوں نے اس سے گلوخلاصی اور اس کو معزول کرنے کی ٹھان لی اور پوری تیاری کے ساتھ اصلاح اور ازالہ منکرات کے لئے نکل پڑے۔ اللہ کی پناہ اندلس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عظیم ترین فتنہ برپا ہوا مختصر یہ کہ بے شمار قتل کئے گئے بہت سے قید وبند کے شکار ہوئے اور جیل کی ہوا کھائی اور کچھ کی جان پر آن پڑی تو بھاگ کر جان بچائی اور ندامت کے چار چار آنسو بہائے اور اس فتنہ میں مبتلا ہونے پر کف افسوس ملتے ہوئے پوری زندگی کہتے رہے کہ کاش اس میں شریک ہو کر اتنے عظیم فساد وبگاڑ اور تخریب وخوں ریزی کا سبب نہ بنے ہوتے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جو بارہا حکام کے ستائے ہوئے تھے اور سنت یوسفی کو زندہ کرتے رہتے تھے لیکن باوجود طاقت وقوت اور امکانیات انقلاب وثورہ کے مظالم برداشت کر لئے مگر خروج وبغاوت اور فتنہ وفساد کے خلاف بھی سینہ سپر رہے۔ اس طرح کے اصلاحی وانقلابی اقدامات کو فتنہ وفساد سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ سابقین میں عام فتنہ زدہ لوگ اپنے اس فتنہ وقتال میں شرکت پر پوری زندگی ندامت کے آنسو بہاتے رہے کہ ان کی وجہ سے امت اور ملک وملت کا اتنا بڑا نقصان ہوا۔

حضرت مسلم بن یسار کا علمی مقام حضرت حسن بصریؒ سے بھی بلند تھا مگر فتنہ ابن اشعث میں مجرد حاضری کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے گر گئے۔ حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے ایک تیر بھی اس فتنہ میں نہیں چلایا۔ نہ کسی پر نیزہ تانا اور نہ تلوار بھانجی بس ان فتنہ گروں کے ساتھ بادل ناخواستہ چلا گیا تھا۔

مشہور ومعروف محدث اور تابعی ابوقلابہ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ آپ جیسے آدمی کو لوگ ان بلوائیوں کے ساتھ دیکھ لیتے تو کیا رائے قائم کرتے؟ آپ کا ان فتنہ بازوں کے یہاں موجودگی ہی فتنہ کو بڑھانے کے لئے کافی تھا۔ ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس تنبیہ وتذکیر پر حضرت امام مسلم بن یسار اس قدر روئے اس قدر گریہ وزاری کی کہ میں نے کہا کہ کاش میں نے ان سے کچھ نہ کہا ہوتا۔ اور یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ ان بزرگوں کو نفس پرستی چھو کر بھی نہیں گئی تھی بلکہ اخلاص اور غیرت بے جا اور صحبت عاقبت نااندیش گان نے ان کو مجبور کیا اور بھول اور جوش بے جا کے شکار ہو گئے جس پر ندامت کا یہ عالم تھا۔ مگر ان فتنہ پروروں کا کیا ہوگا جو ہوائے نفس کے غلام ہو کر نت نئے فتنے جگاتے نہیں تھکتے؟!

اسی لیے فقیہ الامت متبع سنت صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ عجلت سے کام نہ لو، میانہ روی اور مہلت اور سکون اور استھیر تا سے کام لو، اچھے کاموں میں تابع بن کر رہو اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ شر اور فتنہ کی سرپرستی کرنے لگ جاؤ۔

الادب المفرد بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور مشورہ اور حکم ہوتا تھا جو طویل وعمیق تجربہ پر مبنی تھا کہ جلد بازی سے باز آؤ۔ برے نتائج پر نظر رکھو، شر کو پھیلانے اور اس کا حصہ بننے اور شر کی خبروں کو اڑانے والا نہ بنو اور فتنہ کی آگ نہ بھڑکاؤ اور فتنوں کی بیج نہ بوؤ کہ اس کی کاشت بہت کڑوی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس فتنہ وشوشہ کے بعد جو حالات ہوں گے وہ انتہائی بلاخیز ہوں گے اور اتنے بھاری اور سخت پڑیں گے کہ تم کیا تمہاری نسلیں بھی بلبلا اٹھیں گی۔ اس لئے ہوش کے ناخن لو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خیر وبھلائی کی کنجیاں ہوتے ہیں اور شر وفساد کے لئے تالے ہوتے ہیں۔ جبکہ کچھ دوسرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شر اور فتنہ وفساد کی کنجیاں بنے رہتے ہیں اور خیر وبھلائی کے قفل اور تالا بنے رہتے ہیں۔ خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جن کے ہاتھ پر اللہ جل شانہ نے خیر کی چابیاں رکھ دی ہیں اور ہلاکت وبربادی اور ویل ہے ان کے لئے جن کے ہاتھ پر اللہ جل شانہ نے شر اور فتنہ وفساد کی کنجی رکھ دی ہے۔ (السنۃ لابن ابی عاصم) اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنوں سے پناہ مانگتے تھے اور امت کو تلقین کرتے تھے کہ فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتنے اچھے تھے کہ یہی نہیں کہ فتنوں سے دور رہتے بلکہ فوراً انہوں نے دعا مانگنی شروع کردی کہ **نعوذ باللہ من الفتن ماظہر منہا وما بطن**

☆☆☆

انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات

ابوالبیان حماد عمری، استاذ جامعہ دارالسلام عمرآباد

عقیدۂ توحید سے انسانی زندگی پر خوش آئند وخوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔عقیدۂ توحید کو قبول کرنے اور زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالنے سے انسان کو طمانیت قلب کی وہ دولت نصیب ہوجاتی ہے جس کا تصور بھی کسی دوسرے عقیدے میں نہیں کیا جاسکتا۔اس کی بدولت زندگی کی الجھنیں ختم ہوجاتی ہیں اور دل کی بےچینیاں تھم جاتی ہیں ہر انسان کے اندر ایک ''مرکزِ محبت کا ذوق طلب'' ودیعت کردیا گیا ہے صرف عقیدہ توحید ہی سے اس ذوق کو مکمل آسودگی ہوتی ہے،عقیدہ توحید کا قائل کبھی تنگ نظر نہیں ہوسکتا۔نسل ورنگ، خاندان وقبیلہ فرقہ وقوم اور وطن ومرز بوم کی تنگنائیوں میں وہ کبھی محصور نہیں ہوتا، بلکہ ساری دنیا کو اپنا وطن اور تمام انسانوں کو ایک ہی برادری کے افراد تصور کرتا ہے، یہ عقیدہ انسان میں جرأت وغیرت، خودداری اور عزت نفس کا جوہر پیدا کردیتا ہے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی میں بھی نفع ونقصان پہنچانے کی ذرا بھی قدرت نہیں۔خودداری کے ساتھ تواضع وانکساری کا پیوند بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔لیکن عقیدۂ توحید کا کمال ہے کہ شخص واحد میں یہ دونوں خوبیاں جمع ہوجاتی ہیں کیوں کہ موحد اپنے ہر کمال کو خدا کی دین سمجھتا ہے اور اس پر پھولتا نہیں۔ عقیدۂ توحید کا قائل حوصلہ مند اولوالعزم اور صبر وتوکل کا پیکر ہوتا ہے اور اس کے ضمیر وایمان کو نہ کچلا جاسکتا ہے، نہ خریدا جاسکتا ہے۔

عقیدۂ توحید انسان کو آزادی وحریت کا وہ مقام بلند بخشتا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے حقدار ہوتا ہے۔تمام کائنات انسان کے لیے پیدا ہوئی ہے اور اس کی خدمت کے لیے مسخر کردی گئی ہے۔اور انسان کو اللہ کی عبادت وبندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ساری کائنات کو خدمت گزار سمجھ کر صرف ایک اللہ کی بندگی کرنا اور اسی کو اپنا ماوی وملجا سمجھ کر سب سے بے نیاز ہوجانا توحید ہے۔

ابر وباد ومہ وخورشید وفلک درکار اند
تا تو نانے بکف آری وبہ غفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگزشتہ وفرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

ابر، ہوا، سورج، چاند، زمین وآسمان اس لیے کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ اے انسان تو اپنا رزق حاصل کرسکے اور غفلت کے ساتھ کھانے ہی میں مشغول نہ رہ جائے، کائنات کی ہر چیز تیری غلامی میں لگی ہوئی ہے۔یہ بات از روئے انصاف غلط ہے کہ تو اللہ کی فرماں برداری نہ کرے۔

جب تک انسان حقیقت توحید سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی کمینگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیز سے ڈرتا ہے اور کانپتا ہے۔غلاموں کی طرح ان کے آگے جھکتا ہے اپنے ہی جیسے انسان کو اپنا رب اور آقا بناتا ہے۔یہاں تک کہ زندوں سے گزر کر قبروں اور پتھروں کی بھی پرستش کرنے لگتا ہے۔لیکن توحید کی ایک جھلک پاتے ہی اچانک اس انسان کی حالت میں ایسا انقلاب عظیم واقع ہوجاتا ہے کہ وہی انسان جو دنیا کی ہر چیز سے کمتر تھا، دنیا کی ہر چیز سے اس قدر بلند ہوجاتا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز اس کے نیچے آجاتی ہے۔حالت کی اس تبدیلی کی بہترین مثال حضرت موسی علیہ السلام اور ان سے مقابلہ کرنے والے جادوگروں کی سرگزشت میں ملتی ہے۔جس وقت فرعون نے موسی علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے جادوگروں کو اپنے پاس اکٹھا کیا ان کی فطرت کی کمینگی کا یہ حال تھا کہ موسی علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آنے سے پہلے تملق کے انداز میں اپنی مزدوری کے سلسلے میں ان کلمات کے ساتھ اطمینان کرلینا چاہتے ہیں، ''قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ '' (الاعراف:۱۱۳) کہنے لگے کہ یقیناً ہمارے لیے البتہ بدلہ ملے گا اگر ہم غالب آگئے۔

حضور اگر ہم کامیاب وکامران رہے تو پھر پوری مزدوری ہم کو مل جانی چاہئے۔ لیکن جب موسیٰ سے ان کا مقابلہ شروع ہوا انہوں نے اپنی رسیاں میدان میں ڈال دیں۔اور فریب نظر کے نتیجے میں وہ رسیاں سانپ جیسی دکھائی دینے لگیں تو موسی علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا وہ عصا اژدہا بن کر سانپوں کو نگل گیا تو جادوگروں پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ موسیٰ کوئی جادوگر نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اپنا باطل ان پر کھل گیا۔حق کی روشنی سامنے آگئی وہ بےاختیار بول پڑے۔ '' اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى '' (سورہ طہ۷۰) ہم موسی وہارون کے پروردگار پر ایمان لائے۔یہ ماجرا دیکھ کر فرعون جھلا گیا اور انتہائی غیظ وغضب کی حالت میں جادوگروں سے کہنے لگا: قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى '' (طہ/۷۱) ترجمہ:''فرعون کہنے لگا

میری اجازت کے بغیر کیا تم موسیٰ پر ایمان لے آئے یقیناً وہ تمہارا بڑا استاد معلوم ہوتا ہے۔جس نے تمہیں جادو سکھا دیا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مقابل سے کاٹ کر کھجور کے تنے پر تمہیں سولی دے دوں گا پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ میری سزا کتنی سخت ہوتی ہے۔'' لیکن عقیدۂ توحید کا یہ عجیب وغریب اثر تھا کہ فرعون کی اس روح فرسا دھمکی کا جادوگروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔اور وہ بے دھڑک ڈٹ کر فرعون کو اس طرح جواب دیتے ہیں: قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا'' (طٰہٰ:۷۲)

'' کہنے لگے کہ اب جب کہ ہم پر حقیقت ظاہر ہوچکی ہے اپنے پیدا کرنے والے پر ایمان لانے کے بعد اور کھلے دلائل ہمارے پاس آجانے کے بعد ہم کو ذرا بھی تیری پرواہ نہیں ہے، تجھے جو کچھ کرنا ہے کرگزر! تیری زور تو بس اسی دنیوی زندگی پر چلے گا۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک موحد پر راز کھل جاتا ہے کہ دکھ درد ہو یا سکھ چین کی زندگی یا موت ہر ایک کے آجانے کا راستہ اور طریقہ ایک ہی ہے۔موحد جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف خداؤں، دیوتاؤں کی جنگ کا کوئی میدان نہیں ہے۔ پوری کائنات میں ایک ہی عزیز وحکیم ہے جو اپنی قدرت وحکمت سے اس کارخانے کو چلا رہا ہے۔اور یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اس کی مرضی کے خلاف اس عالم کے معاملات میں کوئی ذرا برابر بھی دخل دے سکے جس پر توحید کا راز کھل گیا اس نے دنیا جہاں کی دولت پائی۔ وہ یوں سمجھتا ہے کہ توحید کی بدولت اسے ایک لازوال خزانہ مل گیا اور اس کی زندگی ابدی اور غیر فانی بن گئی پھر اسے موت آتی بھی ہے تو محض اس لیے کہ وہ حیات فانی کے مرحلے سے گزر کر حیات جاودانی کی منزل میں داخل ہوجائے۔

موت اک زندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

موحد امید وبیم ہر حالت میں صرف اللہ ہی سے امید رکھتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے انتہائی خطرناک حالت میں بھی وہ نہ ہراساں ہوتا ہے اور نہ پریشاں۔اس کا آخری سہارا اور مایوسیوں میں اس کا تنہا آسرا صرف اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی ذات ہے۔

موحد چہ بر پائے ریزی زرش — چہ شمشیر ہندی نہی برسرش
امید وہراسش نہ باشد زکس — ہمیں است بنیاد توحید وبس

مؤحد کے پاؤں پر چاہے سیم وزر ڈال دیا جائے یا اس کے سر پر تیغ ہندی رکھ دی جائے دونوں باتیں اس کے لیے برابر ہیں خدا کے سوا کسی سے نہ تو اسے امید ہوتی ہے اور نہ گھبراہٹ، توحید کی بنیاد اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کو توفیق دے کہ وہ الحاد سے بچ کر اپنے رگ وریشے میں توحید ہی کو سمولیں۔

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس ،اوکھلا ،نئی دہلی میں

عظیم الشان عمارت اور آڈیٹوریم

کا تعمیراتی منصوبہ روبعمل

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اہل خیر حضرات کے تعاون سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کے جملہ شعبہ جات حرکت ونشاط کی جیتی جاگتی تصویر ہیں اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح کے سلسلے میں اپنی موجودگی کا ہر سطح پر تسلسل سے احساس کرا رہے ہیں جس کا ہر خاص وعام کو احساس بھی ہے اور اعتراف بھی۔

جمعیت کے کاموں کو مزید تیز گام کرنے کے لیے اہل حدیث کمپلیکس ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں عالیشان بلڈنگ اور آڈیٹوریم جس کا سنگ بنیاد تقریباً ۶ رسال پہلے امام حرم مکی فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کے دست مبارک سے رکھا گیا تھا اس کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے۔لہٰذا اہل خیر حضرات سے مؤدبانہ ومخلصانہ اپیل ہے کہ ہمیشہ کی طرح مرکزی جمعیت کے اس عظیم تعمیراتی مد میں اپنا خصوصی بیش قیمت مالی تعاون فرمائیں۔اور اہل خیر حضرات کی توجہ اس جانب مبذول کرانے میں بھی سرگرم رول ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔''وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا''

اپیل کنندگان: ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

A/c 629201058685 (ICICI Bank) Chandni Chowk, Delhi-6
(RTGS/NEFT/IFSC CODE ICIC0006292)

عبدالولی عبدالقوی، داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، الحائط/سعودی عرب (پہلی قسط)

جمعہ کے احکام ومسائل- کتاب وسنت کی روشنی میں

جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالی ہر چیز کی پیدائش سے فارغ ہوگیا تھا یوں گویا تمام مخلوقات کا اس دن اجتماع ہوگیا یا اس بنا پر کہ اس دن لوگ نماز کے لئے یک جگہ پر اکٹھا ہوتے ہیں۔ (فتح القدیر۵/ ۳۱۸)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة، فيه خلق آدم و فيه أدخل الجنة و فيه أخرج منها و لا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة“

بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوکر چمکے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے، اسی دن جنت سے (زمین پر) اتارے گئے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔ (مسلم/ الجمعہ ۸۵۴)

ابولبابہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان يوم الجمعة سيد الأيام و أعظمها عند الله و هو أعظم عند الله من يوم الأضحى و يوم الفطر“ جمعہ کا دن، دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے یہاں سب دنوں حتی کہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی باعظمت ہے۔

(ابن ماجہ/ اقامۃ الصلوات ۱۰۸۴، تحقیق الالبانی (حسن) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ا/ ۸/۱۷ح ۸۸۸)

(۱) **نماز جمعہ کا حکم**: نماز جمعہ فرض عین ہے، اس کی فرضیت قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعہ:۹) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حفصہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رواح الجمعة واجب على كل محتلم“ جمعہ کے لئے جانا ہر بالغ پر واجب ہے۔ (نسائی/ الجمعہ ۱۳۷۲، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح النسائی حدیث نمبر ۱۳۷۱)

عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لينتهين أقوام عن ودعهم الجمعات أو ليختمن الله على قلوبكم ثم ليكونن من الغافلين“ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافل ہوجائیں گے۔ (مسلم/ الجمعہ ۸۶۵)

ابوالجعد الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من ترك ثلاث جمع تهاونا بها طبع الله على قلبه“

جو شخص سستی کی وجہ سے تین جمعہ چھوڑ دے، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

ابوداؤد/ الصلاۃ ۱۰۵۲، ترمذی ۵۰۰، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد، ا/ ۱۶۹ ح ۹۲۸، مشکاۃ ا/ ۳۰۷ ح ۱۳۷۱

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلانے کا قصد فرمایا جو (بلاعذر) جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ (مسلم/ المساجد ۶۵۲)

علامہ ابن المنذ ر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اجماع ہے کہ آزاد، بالغ، مقیم افراد پر جمعہ واجب ہے جن کے پاس کوئی عذر نہ ہو۔ (الاجماع لابن المنذر ص ۴۴)

(۲) **جمعہ کن پر فرض ہے**: نماز جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے اندر مندرجہ ذیل آٹھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) **اسلام**: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان:۲۳) انھوں (کافروں) نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا۔ (یعنی کافروں کے عمل شرط ایمان سے عاری ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن ذروں کی طرح بے حیثیت ہوں گے)

نیز ارشاد باری تعالی: ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ﴾ (التوبۃ:۵۴) ان کے خرچ کے قبول نہ ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

چنانچہ جب ان کے خرچ کئے ہوئے مال غیر قابل قبول ہیں جب کہ ان کی نفع رسانی دوسروں تک متعدی ہے تو ان کی عبادتیں بدرجہ اولی غیر قابل قبول ہوں گی کیوں کہ ان کی نفع رسانی انھیں تک محدود ہے۔ (الشرح الممتع ۵/۱۰)

(۲) **بلوغت**: جمعہ کی فرضیت کے لئے بلوغت شرط ہے، چنانچہ کسی نابالغ لڑکے پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۳) **عقل**: عقل سے محروم، دیوانہ شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ و عن الصبي حتى يحتلم و عن المجنون حتى يعقل“ ابوداؤد/ الحدود ۴۴۰۳، نسائی ۳۴۳۲، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد

٣/٥٦ تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ بیدار ہوجائے، بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے، دیوانہ سے یہاں تک کہ اس کی عقل واپس لوٹ جائے۔

(۴) **مردمی**: عورت پر جمعہ نہیں ہے، لیکن اگر عورت امام کے ساتھ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرے، تو اس کی نماز جمعہ صحیح ہوگی اور نماز ظہر سے کفایت کرے گی اور اگر گھر میں نماز پڑھے تو نماز ظہر چار رکعت پڑھے جسے وہ نماز ظہر کا وقت شروع ہونے یعنی زوال آفتاب کے بعد ادا کرے، گھر میں نماز جمعہ نہ پڑھے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۸/۲۱۲)

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتوں پر جمعہ نہیں ہے، اگر وہ جمعہ میں حاضر ہوں اور امام کے ساتھ پڑھ لیں، تو یہ جمعہ ان کی جانب سے کفایت کرے گا۔ (الاجماع ۴۴)

(۵) **آزادی**: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الجمعه حق واجب على كل مسلم في جماعة الا على أربعة عبد مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض" جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے، سوائے چار افراد کے (کہ وہ جمعہ کی فرضیت سے مستثنی ہیں) غلام، عورت، نابالغ لڑکا اور بیمار۔ ابوداؤد/ الصلاۃ ۱۰۶۷، دارقطنی ۲/ ۳۰۵ تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۱۹۹ ح ۹۴۲

(۶) **مستقل رہائش**: نماز جمعہ اس شخص پر فرض ہے جو مستقل رہائش کے ساتھ کسی جگہ پر قیام پذیر ہو اور موسم سرما وگرما میں اپنے خیموں کے ساتھ ادھر ادھر منتقل نہ ہوتا ہو، یا مسافر نہ ہو۔

شیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ ان لوگوں میں قائم کیا جائے گا جو قریب قریب مکانوں کے ساتھ کسی جگہ پر مستقل رہائش پذیر ہوں اور موسم سرما وگرما میں وہاں سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوتے ہوں، جیسے کہ خیمہ زن لوگ جو چراگاہ کی تلاش میں بارش کی جگہوں کی طرف نکلتے اور اپنے خیموں کے ساتھ مختلف جگہوں کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۲۴/ ۱۶۶)

صاحب منار السبیل تحریر فرماتے ہیں: کپڑے یا بال کے خیموں میں رہنے والے لوگوں پر جمعہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ خیمے مستقل رہائش کے لئے نصب نہیں کئے جاتے ہیں، نیز یہ کہ دیہاتی اور بادیہ نشین لوگ عہد نبوی میں مدینہ کے ارد گرد مقیم تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں جمعہ کا حکم نہیں دیا۔ (منار السبیل ۱/ ۱۸۹، شرح زاد المستقنع ۲/ ۵۱، الکافی ۱/ ۴۸۲)

اسی طرح اگر کوئی شخص سیر وتفریح یا کسی اور مقصد کے تحت صحراء کی طرف گیا ہوا ہو اور اس کے ارد گرد کوئی ایسی مسجد نہ ہو جس میں جمعہ قائم ہوتا ہو تو اس شخص پر جمعہ نہیں ہے، وہ نماز ظہر پڑھ لے۔ (الملخص الفقہی ص ۲۵۸)

اسی طرح مسافر پر بھی جمعہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں حج، عمرہ اور غزوات کے لئے متعدد سفر کئے، لیکن کبھی بھی آپ نے سفر میں جمعہ نہ پڑھی، جب کہ آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت ہوتی تھی، آپ نے ہمیشہ ظہر دو رکعت قصر کے ساتھ پڑھی۔

جس سال آپ ﷺ نے حج کیا اس سال عرفہ کا دن جمعہ کا دن تھا آپ نے اس دن جمعہ نہیں بلکہ نماز ظہر دو رکعت پڑھی۔

جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن جب بطن وادی میں پہنچے تو آپ وہاں پر اترے، لوگوں کو خطبہ دیا، خطبہ کے بعد بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، اقامت کہی آپ ﷺ نے نماز ظہر (دو رکعت) پڑھائی، پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی۔ (مسلم، الحج باب حجۃ النبی ﷺ ۱۲۱۸)

لیکن اگر مسافر کسی ایسی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہو جہاں پر جمعہ قائم ہوتا ہو تو اس پر نماز جمعہ لازم ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان عام ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ [اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے، تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو]

نیز کوئی ایسی دلیل نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام جو رسول اللہ ﷺ کے پاس باہر سے آتے تھے اور جمعہ تک ٹھہرتے تھے وہ نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ سنت کا ظاہر یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ (الشرح الممتع ۵/ ۱۵)

(۷) **اذان کی آواز سننا**: اگر شہروں اور بستیوں کے گرد ونواح میں رہنے والے خانہ بدوش لوگ جمعہ کی جائے اقامت سے قریب ہوں کہ اذان کے سننے میں کوئی رکاوٹ (مثلا تیز ہوا، اذان دینے والا بلند آواز نہ ہو یا سننے والا غافل ہو وغیرہ) نہ ہونے کی صورت میں اذان کی آواز سنتے ہوں، تو ان پر جمعہ کی جائے اقامت میں لوگوں کے ساتھ جمعہ واجب ہے اور اگر جمعہ کی جائے اقامت سے دور ہوں کہ بلا کسی رکاوٹ کے وہ اذان کی آواز نہ سنتے ہوں، تو اس مسئلہ میں تفصیل ہے:

اگر وہ اس جگہ مستقل رہائش پذیر ہوں، موسم سرما وگرما میں وہاں سے منتقل نہ ہوتے ہوں، تو ان پر اپنی بستی میں جمعہ قائم کرنا لازم ہے۔

اور اگر مستقل ایک جگہ پر رہائش پذیر نہ ہوں بلکہ موسم سرما وگرما میں ادھر ادھر منتقل ہوتے ہوں، تو وہ بادیہ نشین لوگوں کے حکم میں ہیں، ان پر جمعہ نہیں ہے، وہ دوسرے دنوں کی طرح باجماعت نماز ظہر پڑھیں۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۸/ ۲۱۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر لوگ ایسی جگہ پر اقامت پذیر ہوں جہاں اذان کی آواز سنتے ہوں، تو ان پر جمعہ کے لئے آنا ضروری ہے، مثلا چھوٹے سے گاؤں کے لوگ شہر کے بغل میں۔ (المغنی ۳/ ۲۰۳)

(۸) **ترک جماعت کے جائز اسباب میں سے کسی سبب کا نہ ہونا:**

ذیل میں ہم ان اسباب کا ذکر کرتے ہیں جن کی بنا پر بندہ مسلم کے لئے نماز باجماعت کا چھوڑنا جائز ہے۔

(۱) **بیماری** : بیماری سے مراد ایسی شدت کی بیماری ہے کہ اس حالت میں بندہ مسلم کے لئے مسجد جانا مشکل ہوجائے، نہ کہ سر درد، ہلکا بخار یا اس طرح کی ہلکی بیماریاں مراد ہیں۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار ہوئے تو لوگوں کی امامت ترک کردی اور فرمایا:

"مرو أبا بكر فليصل بالناس " ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اور جب آپ ﷺ کی بیماری کچھ ہلکی ہوئی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔(بخاری/ الأذان ۶۶۴، مسلم/ الصلاۃ ۴۱۸)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من سمع النداء فلم ياته فلا صلاة له الا من عذر"

ابن ماجۃ/ المساجد ۷۹۳، دارقطنی ۱/۴۲۰، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/۱۳۲ح ۶۴۵ جو شخص اذان کی آواز سنے اور نماز کے لئے (مسجد میں) نہ آئے تو اس کی نماز نہیں ہے الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

علامہ ابن المنذ ر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیمار کے لئے بوجہ بیماری ترک جماعت جائز ہے۔ (المغنی ۲/۳۷۶)

(۲) **ڈر** : جس شخص کو اپنی یا اپنے اہل وعیال میں سے کسی کی جان یا مال یا آبرو کا ڈر ہو، اس کے لئے ترک جماعت جائز ہے۔دیکھئے: الکافی ۱/ ۳۹۹، المغنی ۲/ ۳۷۷-۳۸۰

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز باجماعت کے ترک کی رخصت اسی کو دیتے تھے جو بیمار ہو یا اسے خوف لاحق ہو۔ (المحلی ۴/ ۱۹۶)

(۳) **کسی قرابت دار کی موت کاڈر ہو**: اسماعیل بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے، اسی اثنا انھیں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس بلایا گیا جن کی روح دار فانی سے پرواز کررہی تھی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور جمعہ چھوڑ دیا۔

بیہقی ۳/ ۱۸۵، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: ارواء الغلیل ۲/ ۳۳۹

(۴) **بارش اور کیچڑ** : جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک بارش والے دن میں مؤذن سے کہا: جب تم "أشهد أن محمدا رسول الله" کہہ چکو، تو "حي على الصلاة" نہ کہو، بلکہ "صلوا في بيوتكم" [اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرلو] پکارو۔لوگوں نے اس پر اظہار تعجب کیا، تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا اس ذات گرامی نے کیا جو مجھ سے (بدرجہا) بہتر تھی، نماز جمعہ گرچہ فرض ہے لیکن یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تمھیں کیچڑ اور پھسلن میں نکلنے پر مجبور کردوں۔(بخاری/ الجمعہ ۹۰۱، مسلم/ صلاۃ المسافرین ۶۹۹)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کا اتفاق ہے کہ سخت بارش، تاریکی، ہوا اور ان جیسی دیگر چیزوں کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا جائز ہے۔(طرح التثریب ۳/ ۵۳)

(۵) **سرد، شب تاریک میں تیز و تند ہوا چل رہی ہو** :

نافع روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سرد ہوادار رات میں اذان دی، پھر کہا: "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو"۔ پھر کہا: رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ جب رات سرد اور بارش والی ہو، تو کہو: "اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ بخاری/ الاذان ۶۶۶، مسلم/ صلاۃ المسافرین ۶۹۷

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، اتنے میں بارش ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے اپنے گھر میں نماز پڑھ لے۔ مسلم/ صلاۃ المسافرین ۶۹۸

(۶) **ننگا شخص جس کے پاس شرمگاہ چھپانے کے لئے لباس نہ ہو** :

امام نووی رحمہ اللہ نے ترک جماعت کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: آدمی ننگا ہو اس کے پاس لباس نہ ہو تو ترک جماعت کی بابت وہ معذور شمار ہوگا۔(روضۃ الطالبین ۱/ ۳۴۶)

اگر ترک جماعت کے مذکورہ جائز اسباب میں سے کوئی سبب پایا گیا تو اس پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

۞ اگر عورت مسجد میں حاضر ہو اور باجماعت نماز جمعہ پڑھ لے، اسی طرح مسافر اور مریض نماز جمعہ امام کے ساتھ پڑھ لیں، تو یہ ان کی جانب سے کفایت کرے گا انھیں نماز ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (الملخص الفقہی ص ۲۵۸)

(۳) **نماز جمعہ کا وقت**: نماز جمعہ فرض ہے، لہٰذا اس کے لئے بھی باقی فرائض کی طرح وقت متعین ہے، چنانچہ اس وقت سے پہلے یا بعد نماز جمعہ درست نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء: ۱۰۳) یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔

نماز جمعہ کا افضل ترین وقت زوال آفتاب کے بعد ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ بیشتر نماز جمعہ اسی وقت ادا فرماتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب آفتاب زوال پذیر ہوجاتا تھا۔ بخاری/ الجمعہ ۹۰۴

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دائمی طریقہ یہ تھا کہ آپ نماز جمعہ زوال آفتاب کے بعد پڑھتے تھے۔ (فتح الباری ۲/ ۴۵۱)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز

جمعہ پڑھتے تھے جب سورج زوال پذیر ہوجاتا، پھر سایہ کی جگہوں کو تلاش کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹتے تھے۔ (مسلم/الجمعہ ۸۶۰)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: نماز جمعہ زوال آفتاب کے بعد پڑھنی افضل ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہی تھا۔ (المغنی ۳/۱۵۹)

لیکن زوال آفتاب سے تھوڑا سا پہلے پڑھنا بھی جائز ہے۔

جیسا کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر لوٹتے تو ابھی دیواروں کا سایہ نہ ہوا ہوتا تھا۔ ابوداؤد/ الصلاۃ ۱۰۸۵، نسائی ۱۳۹۲، مسند احمد ۴/۵۴، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۱/۲۰۳ ح ۹۶۱

ابورزین بیان کرتے ہیں کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے تو (جمعہ سے لوٹنے کے بعد) کبھی دیواروں کا سایہ پاتے تھے اور کبھی نہ پاتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۴۴۵، علامہ البانی رحمہ نے کہا: اس کی سند صحیح، مسلم کی شرط پر ہے، دیکھئے: الاجوبۃ النافعۃ ص ۲۵

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز جمعہ زوال آفتاب سے پہلے اور زوال آفتاب کے بعد بھی جائز ہے۔ الأجوبۃ النافعۃ للالبانی ص ۲۵

رہا مسئلہ جمعہ کے وقت آغاز کا، تو یہ علماء کے درمیان محل اختلاف ہے اور اس کا آخر وقت بالاتفاق وقت ظہر کے ختم ہونے تک ہے۔

(۴) نماز جمعہ کے لئے جماعت ضروری ہے: نماز جمعہ کے لئے جماعت ضروری ہے، چنانچہ نماز جمعہ تنہا درست نہیں ہے۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة ....." جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے۔ ابوداؤد/ الصلاۃ ۱۰۶۷، دار قطنی ۲/۳۰۵ ح ۱۵۷۷ تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۱/۱۹۹ ح ۹۴۲

رہا مسئلہ تعداد کا کہ جمعہ کے قائم کئے جانے کے لئے کتنے افراد کا ہونا ضروری ہے تو اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، بعض نے اس کے لئے چالیس افراد کی شرط لگائی ہے، لیکن اس مسئلہ میں صحیح بات جس کی دلائل سے تائید ہوتی ہے کہ اگر ایسے تین افراد موجود ہوں جن میں جمعہ کے وجوب کی شرطیں پائی جاتی ہوں، تو ان میں جمعہ قائم ہوگا، ان میں سے ایک امام اور دو مقتدی ہوں گے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا كانوا ثلاثة فليؤمهم أحدهم و أحقهم بالامامة أقرء هم "

جب (کسی جگہ پر) تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک ان کی امامت کرائے اور ان میں امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو (قرآن کریم کا) زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ (مسلم/المساجد ۶۷۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تین افراد سے جمعہ منعقد ہوگا ایک خطبہ دے گا اور دو سنیں گے۔ (الفتاوی الکبری ۵/۳۵۴)

دار الافتاء ریاض کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے: دیہات میں جمعہ قائم کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور اس کی صحت کے لئے جماعت شرط ہے، کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں ہے جس سے اس کی صحت کے لئے کسی متعین تعداد کا پتہ چلتا ہو، چنانچہ تین یا تین سے زائد افراد سے اس کا قائم کرنا درست ہے اور علماء کے صحیح قول کے مطابق جن پر جمعہ واجب ہوگیا ہو ان کے لئے چالیس کی تعداد مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ظہر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۸/۱۷۸)

(۵) نماز جمعہ دو خطبوں کے بغیر درست نہیں:

نماز جمعہ کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ امام نماز سے پہلے دو خطبے دے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا دائمی طریقہ یہی تھا۔

جیسا کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جمعہ کے دن) دو خطبے دیتے تھے، دونوں کے بیچ بیٹھتے، خطبہ میں قرآن کریم پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے۔ (مسلم/ الجمعہ ۸۶۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے، پھر بیٹھتے، پھر کھڑے ہوتے، جیسا کہ تم آج کرتے ہو۔ (بخاری/ الجمعہ ۹۲۰، مسلم/ الجمعہ ۸۶۱)

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر دو خطبے دیتے تھے اور بیٹھ کر ان دونوں کے درمیان فرق کرتے تھے۔

نسائی/ الجمعہ ۱۴۱۷، دارمی ۱/۴۴۰، ابن خزیمہ ۲/۳۴۹، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: ارواء الغلیل ۳/۷۹ ح ۶۱۷

(۶) نماز جمعہ کا طریقہ:

(أ) نماز جمعہ دو رکعت ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور سفر کی نماز مکمل بغیر قصر کے محمد ﷺ کی زبان پر دو رکعت ہے۔

نسائی/ الجمعہ ۱۴۲۱، ابن ماجہ/ اقامۃ الصلوات ۱۰۶۳، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: ارواء الغلیل ۳/۱۰۵، صحیح ابن ماجہ ۱/۱۷۵ ح ۸۷۲

(ب) جب امام خطبہ سے فارغ ہوجائے تو ممبر سے اترے اور مؤذن اقامت شروع کرے، پھر امام نمازیوں کی صفوں کو درست کرائے اور دو رکعت نماز جہری قراءت کے ساتھ ادا کرے۔

(ج) مستحب ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ الجمعہ یا سورہ اعلی پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ المنافقون یا "ہل أتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹ پر)

راہ حق سے ہٹانے والی چیزیں

عربی سے ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

خطبہ جمعہ: شیخ علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی، امام وخطیب مسجد نبوی، مدینہ طیبہ

اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا ہے۔وہ کبھی نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ ہی اس کے حکم کو کوئی آگے پیچھے کرسکتا ہے۔اس نے اپنے اطاعت گذار بندوں سے دنیا میں خوشگوار زندگی اور آخرت میں اچھے انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ ان پر اپنی خوشنودی کا نزول فرمائے گا اور سیدھے راستے کے پیروکار انبیاء وصالحین کے ساتھ ہمیشگی کی جنتوں میں عیش وآرام کی زندگی عطا کرے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:۹۶) ترجمہ:''اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔'' دوسری جگہ فرمایا: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَ دْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدۃ:۶۵،۶۶) ترجمہ:''اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت وآرام کی جنتوں میں لے جاتے۔اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، اس کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے۔''یعنی اگر وہ قرآن کریم پر ایمان لے آتے اور اس کے مطابق عمل کرتے، ساتھ ہی اپنی غیر تحریف شدہ کتاب پر بھی ایمان لاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں خوشگوار زندگی نصیب کرتا اور آخرت میں عیش وآرام والی جنتوں میں داخل فرماتا۔نوح علیہ السلام کی قوم کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (نوح:۱۰-۱۲) ترجمہ:''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔اور میرا بندہ جن جن عبادتوں کے ذریعے سے میرا اقرب حاصل کرتا ہے، ان میں سے کوئی عبادت مجھے اتنی پسند نہیں جتنی فرض عبادت پسند ہے۔میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے بھی مجھ سے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ مجھے کسی چیز میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اس مومن کی جان نکالتے وقت ہوتا ہے جو موت کی تکلیف پسند نہیں کرتا چنانچہ مجھے بھی اسے تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم، رحمت وقدرت سے اپنے اطاعت شعار بندوں کے معاملات کا نگہبان ہوجاتا ہے اور زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی ان کی بہترین تدبیر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے اس میں کچھ بھی کمی وبیشی نہیں ہوسکتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران:۹) ترجمہ:''اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' دوسری جگہ فرمایا: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران:۱۹۴) ترجمہ:''اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' اور آخرت میں ان سے حق کا وعدہ فرمایا:وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبۃ:۷۲) ترجمہ:''ان ایمان دار مردوں اور عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں، اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے، یہی زبردست کامیابی ہے۔''

مومن لوگ بذات خود ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کا اللہ نے ان سے دنیوی زندگی میں وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا ثواب انہیں برابر ملتا رہتا ہے، اسی طرح اللہ

کی نعمتیں انہیں برابر ملتی رہتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاٰتٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران: ۱۴۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا: اَفَمَنْ وَّعَدْنٰہُ وَعْدًا حَسَنًا فَھُوَ لَاقِیْہِ کَمَنْ مَّتَّعْنٰہُ مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ثُمَّ ھُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ (القصص:۶۱) ترجمہ: ''کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے کہ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی سی منفعت دے دی، پھر بالآخر وہ قیامت کے روز پکڑ باندھا حاضر کیا جائے گا؟''

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار مومنوں کو اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اسی طرح کفار، نافرمان، سرکش لوگوں کو وعید فرمائی ہے اور انہیں ان پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا: وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًی لَّھُمْ (محمد:۱۲) ترجمہ: ''اور جو لوگ کافر ہوئے وہ (دنیا ہی کا) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مثل چوپایوں کے کھا رہے ہیں، ان کا (اصل) ٹھکانا جہنم ہے۔'' نیز فرمایا: وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا (الجن:۲۳) ترجمہ: ''(اب) جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔''

اس طرح ان کی دنیاوی زندگی بدبختانہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (طٰہٰ:۱۲۴) ترجمہ: ''اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اگر انہیں دنیا ملے گی بھی تو وہ انتہائی بدبخت ہونگے، جیسا کہ فرمایا: فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ (التوبۃ:۵۵) ترجمہ: ''پس آپ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں۔ اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔''

انسان کی آزمائش: کبھی کبھار انسان کو نفع بخش کاموں سے ہٹا کر نقصان دہ چیزوں میں ڈال کر آزمایا جاتا ہے۔ وہ فتنوں کا شکار ہو جاتا ہے جو اسے اطاعت کے کاموں روکتے اور گناہ کے کاموں کو خوشنما شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے نفس سے لڑتا اور خواہشات نفس کے برعکس جاتا ہے اور کون شیطان کا پیروکار اور خواہشات نفس کا غلام ہے۔ اسی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی درجہ بندی کرتا ہے اور نفس پرستوں کو جہنم کے گہرے گڑھوں میں دھکیل کر سزا دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَکُمْ (محمد:۳۱) ترجمہ: ''یقیناً ہم تمہارا امتحان لیں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کر لیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کریں گے۔'' دوسری جگہ فرمایا: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ (العنکبوت:۶۹) ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔''

نفس، انسان کا بدترین دشمن: انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا نفس ہے۔ شیطان اسی دروازے سے اس کے اندر داخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف:۵۳) ترجمہ: ''بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔'' دوسری جگہ فرمایا: اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ (النجم:۲۳) ترجمہ: ''یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔'' ایک اور جگہ فرمایا: وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:۹) ترجمہ: ''جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب ہے۔''

جہالت اور ظلم، نفس کی دو ایسی خصلتیں ہیں جو انسان کو اللہ کے وعدہ کی تصدیق سے دور کرتی اور استقامت سے روکتی نیز اعتدال و میانہ روی سے منحرف کرتی ہیں۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جس نے نفس کی حقیقت اور اس کی طبیعت کو پہچان لیا وہ جان گیا کہ یہی ہر برائی کا منبع اور ہر خرابی کی آماجگاہ ہے۔ اسی طرح جو بھی بھلائی نفس میں ہے وہ اللہ کا خاص فضل ہے جو اس میں تھا نہیں بلکہ اس نے اس سے نوازا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا (النور:۲۱) ترجمہ: ''اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔''

انسان جہالت سے شرعی نفع بخش عمل کے ذریعہ اور ظلم سے عمل صالح ہی کے ذریعہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف راغب رہے اور اپنے نفس کی درستگی کی دعا کرتا رہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے: اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا، وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا، اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا تَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَۃٍ لَایُسْتَجَابُ لَھَا. (مسلم) (ترجمہ: اے اللہ! میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرما، اور اسے پاک وصاف کردے کیونکہ تو ہی سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا دوست اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس کے اندر خشیت (الٰہی) نہ ہو، ایسے نفس سے جو شکم سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو شرف قبولیت نہ حاصل کر سکے۔) حضرت

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو کلمے سکھائے جن کے ذریعہ وہ دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ. (ترمذی) (ترجمہ: اے اللہ مجھے میری ہدایت سجھادے اور مجھے میرے نفس کی برائی سے اپنی پناہ میں رکھ۔)

شرعی علم اور عمل صالح کے ذریعہ نفس کا تزکیہ اور اس کی صفائی نہیں ہوگی تو جہالت اور ظلم اس پر سوار ہو جائیں گے نیز خواہشات نفس کے ساتھ ان کا گٹھ جوڑ ہوجائے گا جس کے نتیجہ میں انسان اللہ کے وعدہ کو جھٹلائے گا، خواہشات نفس کی پیروی کرے گا اور گھاٹے، عذاب ورسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے گا نیز دنیا وآخرت دونوں کے اندر نقصان وگھاٹے سے دوچار ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (القصص:۵۰) ترجمہ: ''اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے؟ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

جب نفس کی تطہیر وتزکیہ علم نافع اور عمل صالح کے ذریعہ کرلیا جاتا ہے تو نفس اللہ کے وعدے پر ایمان لے آتا ہے اور اپنے رب کے فیصلوں سے مطمئن اور اسی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے نیز موت کے وقت اسے عزت وشرف کی خوشخبری ملتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر:۲۷-۳۰) ترجمہ: ''اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔''

شیطان کا بھلائی کے راستوں میں رکاوٹ ڈالنا: انسان کا دشمن شیطان مردود، خیر وبھلائی کے راستوں کو روکتا اور گناہ وبرائی کی دعوت دیتا ہے۔ اس گندے اور پلید کو اللہ تعالیٰ نے احکام الٰہی کے مکلّف جن وانس کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ جو اس کی بات مانے گا اس کا بدترین ٹھکانہ ہوگا اور جو نہیں مانے گا اسے بہترین مقام حاصل ہوگا۔ شیطان کو گمراہ کرنے اور فساد پھیلانے میں لذت، خوشی اور سکون ملتا ہے چنانچہ وہ انسان کو اللہ کے وعدہ اور وعید کو جھٹلانے کی دعوت دیتا ہے، اس کے لئے حرام اعمال کو خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے، فرائض ومستحبات سے روکتا، باطل آرزوؤں کا وعدہ کرتا اور خبیث وسوسوں کے ذریعہ دھوکے میں مبتلا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔(فاطر:۶) ترجمہ: ''بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔''

جب جہنمی جہنم میں ڈال دئے جائیں گے تو شیطان ان کے سامنے ایک تقریر کرے گا جسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے: وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ابراہیم:۲۲) ترجمہ: ''جب اور کام کا فیصلہ کردیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کا خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری بات مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو، نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

انسان کے تئیں شیطان کے حربے: شیطان انسان کو بہکانے کے لیے سات حربے استعمال کرتا ہے: (۱) کفر کی دعوت دیتا ہے، اگر انسان اس کی اس دعوت کو قبول کرلیتا ہے تو شیطان کی مراد پوری ہوجاتی ہے اور وہ اسے اپنے گروہ میں شامل کرلیتا ہے۔ (۲) انسان اس کی کفر کی دعوت کو ٹھکرادیتا ہے تو بدعت میں ملوث کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (۳) کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی بدولت اگر انسان کو بدعت سے نجات مل جاتی ہے تو پھر وہ اس کے سامنے گناہ کبیرہ کو خوب خوشنما بنا کر پیش کرتا ہے اور اس میں مبتلا کردیتا ہے، اس کے بعد توبہ کا موقعہ نہیں دیتا چنانچہ گناہ کبیرہ کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے اور ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ (۴) گناہ کبیرہ کی دعوت کو انسان ٹھکرادیتا ہے تو گناہ صغیرہ کی دعوت دیتا ہے اور اسے اس کے سامنے معمولی بنا کر پیش کرتا ہے یہاں تک کہ گناہ صغیرہ بار بار کرنے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کے درجے میں پہنچ جاتا ہے اور توبہ کی توفیق نہ نصیب ہونے کی بنا پر ہلاک وبرباد ہوجاتا ہے۔ (۵) شیطان کی چھوٹے گناہ کی دعوت بھی اگر انسان قبول نہیں کرتا تو کثرت سے اللہ کی خوشنودی کے کاموں کی بجائے کسی قدر جواز کے کاموں میں الجھائے رہتا ہے۔ (۶) اس سے بھی بچ جاتا ہے تو فضیلت والے کاموں کی بجائے ادنی درجے کے جائز کاموں میں الجھا دیتا ہے تاکہ آخرت میں ثواب کم سے کم ملے (۷) شیطان اپنے اس حربے میں بھی ناکام رہتا ہے تو اپنے پورے لاؤلشکر نیز اپنے پیروکاروں کو اس کے پیچھے لگادیتا ہے اور وہ اسے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیطان سے بچاؤ کی تدابیر: شیطان کے شر سے نجات اسی صورت میں مل سکتی ہے جب انسان اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا رہے، اللہ کے ذکر میں ہمیشہ مشغول رہے اور پنجگانہ نمازوں کا باجماعت اہتمام کرے۔ کیونکہ ان سب کی حیثیت ایک مضبوط قلعے اور پناہ گاہ کی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ

کرے اور شیطان سے ہمہ وقت برسرِ پیکار رہے نیز بندوں پر ظلم وزیادتی سے باز رہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ (حم السجدہ:۳۶) ترجمہ:''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو۔یقیناً وہ بہت ہی سننے والا ہے۔''

انسان کو راہ حق سے روکنا: راہِ حق، استقلال واستقامت اور خیر وبھلائی سے روکنے والی چیزوں میں، دنیا کی محبت اور آخرت کے مقابلے اسی پر قانع ہوجانا اور حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر اسے سمیٹنا، اپنی تمام تر تگ ودواسی کے لئے وقف کر کے آخرت کو یکسر بھلا دینا سب شامل ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ اُولٰٓـئِكَ مَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (یونس:۷،۸) ترجمہ:''جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ‌ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ '' (التوبۃ:۳۸) ترجمہ:''کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو۔سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔''

دنیا انسان کی دشمن ھے: دنیا انسان کی دشمن ہے۔جب وہ اس کے دل ودماغ پر مسلط ہوجاتی ہے اور وہ اسی میں مشغول ہوجاتا ہے، آخرت کے لیے تیاری سے منہ پھیر لیتا ہے تو ہلاکت وبربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔دنیا والوں کا عموماً یہی رویہ بن گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ' وَّاَبۡقٰى (الاعلیٰ:۱۶،۱۷) ترجمہ:لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا:وَوَيۡلٌ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيۡدِ الَّذِيۡنَ يَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا‌ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ (ابراہیم:۲،۳) ترجمہ:''اور کافروں کے لیے تو سخت عذاب کی خرابی ہے۔جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں۔یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔''

دنیا کے شر اور ضرر سے نجات اور اس کی بدحالی سے بچاؤ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ انسان مباح اور مشروع نیز جائز طریقہ سے کمائی کرے، بغیر اسراف وتبذیر اور بغیر تکبر وگھمنڈ، اتراہٹ کے اس سے مستفید ہو۔ضروری ہے کہ انسان بندوں کے حقوق پر دست درازی نہ کرے اور وہ اس کی حقیقت کو سمجھے اور اس کے ذہن میں یہ بات ہمہ وقت جاگزیں رہے کہ دنیا دھوکے کا سامان ہے، بے ثبات اور جلد ختم ہونے والی ہے، اس کے حالات پل پل بدلتے رہتے ہیں۔تبھی اس کا ذہن ودماغ درست رہ سکتا ہے۔مستورد فہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر نکال کر دیکھے کہ کتنا پانی اس میں لگا ہے؟ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان) انسان کو دنیا کے شر اور انجام سے ہمہ وقت خوف زدہ رہنا چاہئے اور کبھی بھی شیطان اس کے دماغ میں یہ خیال نہ ڈالنے پائے کہ جو کچھ بھی تمہیں دنیا میں نصیب ہوا ہے وہ تمہاری اپنی محنت وصلاحیت، علم وفضل کی بدولت ملا ہے۔ایسا ہی دھوکہ قارون کو بھی ہوا تھا جس کی بدولت اس کا کیا انجام ہوا اس سے سب واقف ہیں۔

ایک اہم بات جو ہمہ وقت ذہن نشین رہنی چاہئے یہ ہے کہ دنیا میں جو اللہ کا حق ہے اسے انسان ادا کرے ساتھ ہی اس کی کمائی میں جو بندوں کا حق ہے یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی، آل واولاد پر خرچ کرنا، مہمان کے حق کی ادائیگی محتاجوں کی امداد کا خیال رکھے اور خلوص دل کے ساتھ بغیر کسی ریاونمود اور تعریف پسندی کے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے کیونکہ دکھاوا، ریاونمود اعمال کو فاسد کر دیتے ہیں۔

دنیا کے سلسلے میں صحابہ کا موقف: جلیل القدر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس بڑی دولت تھی، اس کے باوجود وہ دنیا سے انتہا درجے کی بے رغبتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ابوسلیمان کہتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جن کا شمار دنیا کے بڑے دولت مندوں میں ہوتا تھا وہ اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر بے پناہ دولت لٹاتے تھے۔ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ دل سے تھا۔حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور جو مال ودولت لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رخی اختیار کرو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔(ابن ماجہ)

دنیا والوں کی دولت سے بے رخی اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ ان پر ظلم وزیادتی روا نہ رکھی جائے، ان کے حقوق نہ مارے جائیں، جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا ہے ان کے زائل ہونے کی تمنا نہ کی جائے، ان کی اپنی دنیا میں روڑا نہ اٹکایا جائے، الغرض جو کسی کے پاس ہے اس کو درخور اعتناء نہ سمجھا جائے۔اور سب سے پسندیدہ زہد یہ ہے کہ کوئی بھی دنیاوی بڑا رتبہ اسے پسند نہ ہو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:تِلۡكَ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ نَجۡعَلُهَا لِلَّذِيۡنَ لَا يُرِيۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فَسَادًا‌ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ (القصص:۸۳) ترجمہ:''آخرت کا یہ (بھلا) گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی، بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔''

(بشکریہ:ہفت روزہ الفرقان، شمارہ ۹۰۱)

☆☆☆

محسنِ انسانیت ﷺ کی مثالی تعلیم وتربیت

بصیرت فاطمہ
ریسرچ اسکالر، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

محسنِ انسانیت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری انسانیت کے لئے عظیم ومثالی معلم بنا کر بھیجا ہے، جن کی تعلیم وتربیت نے پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی، بلکہ پوری دنیا کے لیے رُشد وہدایت کی ابدی قندیلیں بھی روشن کردیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل وانصاف، امن وسکون اور عافیت واطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی۔ تیئس (۲۳) سال کی مختصر مدت میں ملک عرب کے وحشی، علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن سے بالکل کورے تھے وہ بھی پوری دنیا میں علم وحکمت اور تہذیب وشائستگی کے چراغ روشن کرتے ہیں، جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں، جہاں ہر طرف قتل وغارت گری کی آگ بھڑک رہی تھی وہاں امن وآشتی کے گلاب کھِل اُٹھتے ہیں، جہاں ظلم وبربریت کا دور دورہ تھا وہاں عدل وانصاف کی شمعیں روشن ہوجاتی ہیں، جہاں پتھر کے بتوں کو سجدے کئے جارہے تھے، وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگتا ہے، اور بالآخر عرب کے ہی صحرانشیں جو اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل وخوار تھے ایران وروم کے عظیم سلطنتوں کے وارث بن جاتے ہیں۔ اور ساری دُنیا ان کے عدل وانصاف، ان کی رحم دِلی اور ان کی شرافت نفس کے گن گانے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا جو سو فیصد نتیجہ دنیا نے دیکھا ہے، تاریخِ انسانیت کے کسی اور معلم کے یہاں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کی وہ کیا بنیادی خصوصیات تھیں جنھوں نے دنیا بھر میں یہ حیرت انگیز انقلاب برپا کردیا۔ آپ ؐ کا اندازِ تعلیم وتربیت وخصوصیات کا احاطہ کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہیں۔

اس مقالہ میں آپ ؐ کی بے شمار تعلیم وتربیت میں سے میری محدود بصیرت اور مطالعے کی حد تک میں جو سب سے اہم وبنیادی معلوم ہوئے ان میں ایک دو کو یہاں پیش کررہی ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحم، دلسوزی وخیرخواہی اور رحم دلی ونرم خوئی وغیرہم ہی ہے۔ جس کو قرآن کریم نے خود ہی ذکر فرما کر اسے آپ کی کامیابی کا بہت بڑا سبب بھی قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری ہے: فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الۡقَلۡبِ لَانفَضُّواۡ مِنۡ حَوۡلِكَ (آل عمران، آیت: ۱۵۹)

''پس یہ اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بناء پر آپ لوگوں کے لئے نرم خو ہوگئے اور اگر آپ تُند خُو اور سخت دِل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہوجاتے۔''

جن لوگوں نے سیرت طیبہ کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہوگا وہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے آپ ؐ کو طرح طرح سے اذیت پہنچائی اور آپ پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ لیکن آپ ؐ کی پوری سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپ کے دِل میں کبھی ایک لمحے کے لئے انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ ان پر غضبناک ہونے کے بجائے ان پر ترس کھاتے تھے کہ یہ لوگ کیسی سنگین گمراہی میں مبتلا ہیں اور ہر وقت آپ کو یہ فکر رہتی تھی کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق بات ان کے دِل میں اُتر جائے، اور یہ ہدایت کے راستے پر آجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زیر تربیت افراد کی زندگی کے ہر ایک شعبے میں علم وعمل سے (Practically) ہر عمل کو کیسے کرنا ہے بتایا ہے۔ نیز آپ ان کے ہر دُکھ درد میں شریک رہتے ہوئے ہر لمحہ ان کی فلاح وبہبود کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وصف کو قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِالۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ، آیت: ۱۲۸)

''بلاشبہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے اور جو تمہاری بھلائی کے لیے بے حد حریص ہے اور مسلمانوں پر بے حد شفیق اور مہربان ہے۔''

ایک مرتبہ ایک نوجوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آکر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے! ذرا تصور کیجئے کہ کیا فرمائش کی جارہی ہے؟ ایک ایسا گناہ جس کی قباحت وشناعت پر تمام مذاہب وادیان متفق ہیں اور یہ فرمائش کس سے کی جارہی ہے؟ اس برگزیدہ ہستی سے جس کی عصمت وعفت اعلیٰ معیار پر فائز تھی، کوئی اور ہوتا تو اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکلوادیتا، لیکن رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن کا کام بُرائی پر خفگی کا اظہار کرکے پورا نہیں ہوجاتا تھا، بلکہ جو اس بُرائی کے علاج کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے، آپ کے دِل میں اس نوجوان کے خلاف بغض وغضب کے بجائے ہمدردی اور رحم کے جذبات پیدا ہوئے، آپ نے اس پر ناراض ہونے کے بجائے اسے پیار کے ساتھ اپنے پاس بُلایا اپنے قریب بٹھا کر اس کے کندھے پر مشفقانہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ کہ جو عمل تم کسی اجنبی خاتون کے ساتھ کرنا چاہتے ہو، اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری ماں کے ساتھ کرنا چاہے

تو کیا تم اس کو گوارا کرو گے؟'' نوجوان کے ذہن وفکر کے بند دریچے ایک ایک کر کے کُھلنے لگے، اس نے کہا ''نہیں'' یا رسول اللہ ! ''آپؐ نے فرمایا !'' ''تو پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے، اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم اس کو گوارا کر لوگے؟'' ۔ نوجوان نے عرض کیا: ''نہیں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ ''جو بات تمہیں اپنی بہن کے لئے گوارا نہیں، دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس نوجوان کو مثالیں دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دُعا بھی فرمائی کہ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ.'' ''یااللہ ! اس کے گناہ کو معاف فرما دیجئے اور اس کے قلب کو پاک کر دیجئے اور اس کی شرمگاہ کو عفت عطا فرمائیے۔'' یہاں تک کہ جب وہ مجلس سے اُٹھا تو اس گناہ وَنے عمل سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو چکا تھا۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نوجوان پر غیظ وغضبناک کا اظہار کر کے اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کر سکتے تھے لیکن اس صورت میں آپؐ کو اس نوجوان کی زندگی تباہ ہوتی نظر آرہی تھی یہ آپ کی نرم خوئی، حکمت اور تدبر وتحمل ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ نوجوان ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ ہو گیا۔ کاش کہ آج ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہو سکیں تو بے راہ روی کی شکایت نہ رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری سب سے زیادہ مؤثر خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اُمت کو جس جس بات کی تعلیم وتربیت دیتے تھے۔ اس کا بذات خود عملی نمونہ بن کر دکھایا۔ آپ کے وعظ ونصائح اور آپ کی تعلیم وتربیت صرف دوسروں کے لیے نہ تھی۔ بلکہ سب سے پہلے اپنی ذات کے لئے تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کی تلقین فرمائی۔ تو خود اپنا عالم یہ تھا کہ دوسرے اگر پانچ وقت نماز پڑھتے تو آپ آٹھ وقت نماز ادا فرماتے تھے جس میں (چاشت، اشراق، اور تہجد) کی نمازیں شامل ہیں۔ تہجد عام مسلمانوں کے لیے واجب نہ تھی لیکن آپ پر واجب تھی اور تہجد بھی ایسی کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

آپ صلی للہ علیہ وسلم نے دوسروں کو نماز باجماعت کی تعلیم دی تو خود یہ عمل کر کے دکھایا کہ ساری زندگی نماز باجماعت پابندی سے ادا فرمائی۔ حتیٰ کہ مرض وفات میں بھی آپؐ نے مسجد کی جماعت کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ صحابہؓ کے کندھے کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو خود آپ کا یہ عمل تھا کہ عام مسلمان اگر رمضان کے فرض روزہ رکھتے تھے تو آپؐ کا کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تاکید فرمائی تو سب سے پہلے خود اپنی عملی زندگی میں اس کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔ عام مسلمانوں کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ فریضے کے طور پر دینے کا حکم تھا۔ لیکن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ اپنی ضرورت کو نہایت سادہ طریقے سے پورا کرنے کے بعد اپنی ساری آمدنی ضرورت مند افراد میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ عام مسلمانوں کے لئے آپ کی تعلیم یہ تھی کہ اپنی ضرورت کے مطابق مال اپنے پاس رکھ کر باقی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو، لیکن مسلمانوں کو اس تعلیم کا عادی بنانے کے لیے خود آپ نے اپنے عمل کا یہ نمونہ پیش فرمایا کہ گھر میں کوئی نقدی باقی نہ چھوڑی، تا کہ لوگ اس مثالی طرزعمل کو دیکھ کر کم از کم اس حد تک آسکیں جو اسلام کو عام مسلمانوں سے مطلوب ہے۔ چنانچہ انسانیت کے اس معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی عملی تربیت کا نتیجہ تھا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ :

لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران، آیت:۹۲) ''تم نیکی کا مقام ہرگز اس وقت تک حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ کے تمام صحابہ کرامؓ نے اپنی پسندیدہ ترین اشیاء خیرات کردیں اور ایسی ایسی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جنہیں وہ سالہا سال سے حرز جاں بنائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو زہد وقناعت کی تعلیم دی، تو خود اپنی زندگی میں اس کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا، غزوۂ احزاب کے موقع پر جب بعض صحابہؓ نے آپؐ سے بھوک کی شدّت کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ اس پر پتھر بندھا ہوا ہے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا بطن مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مساوات اور بھائی چارے کی تعلیم دی تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا کہ اگر دوسرے مسلمان عام سپاہی کی حیثیت میں مدینہ طیبہ کی دفاع میں خندق کھودنے کی مشقت برداشت کر رہے تھے تو ان کا امیر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) صرف قیادت ونگرانی کا فریضہ انجام نہیں دے رہا تھا، بلکہ بہ نفس نفیس کدال ہاتھ میں لے کر خندق کھودنے میں شریک تھا۔ اور زمین کا جتنا ٹکڑا ایک عام سپاہی کو کھودنے کے لئے دیا گیا تھا اتنا ہی ٹکڑا اس نے اپنے ذمہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صبر وتحمل اور عفو ودرگذر کا درس دیا تو خود اس پر عمل پیرا ہو کر دکھلایا، ایک مرتبہ کسی شخص کا کچھ قرضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا، اس شخص نے آپؐ سے قرض کا مطالبہ کیا، اور اس غرض کے لئے کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے ساری دنیا جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقوق العباد کی ادائیگی کا کس قدر اہتمام تھا، اور آپ اس شخص کے تقاضے کے بغیر ہی اس کا قرض ضرور چکاتے، اس لیے اس شخص کے پاس اس تلخ کلامی کا کوئی جواز نہ تھا، چنانچہ جب آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ نے اس شخص کا یہ گستاخانہ انداز دیکھا تو اسے گستاخی کا مزہ

چکھانا چاہا، لیکن رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تمام تر اشتعال انگیز اور تکلیف دہ رویئے کو دیکھنے کے باوجود صحابہؓ سے فرماتے ہیں کہ: "دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً" [۲] "اسے رہنے دو، وہ صاحب حق ہے، اور صاحب حق کو بات کہنے کی گنجائش ہوتی ہے"۔ اور عفو درگذر کا جو معاملہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا، وہ تو ساری دنیا کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے لیے ظلم وستم کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا تھا" انھی لوگوں پر فتح پانے کے بعد آپؐ نے یہ اعلان فرمایا: "لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا اَفَانْتُمُ الطُّلَقَاءُ" [۳]

آج کے دن تم پر کچھ ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ ایثار کی تعلیم ہر معلم اخلاق نے دی ہے، لیکن عموماً یہ تعلیم معلم کے الفاظ اور فلسفے سے آگے نہیں بڑھتی، اس کے برخلاف انسانیت کے اس معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ایثار کے الفاظ کم استعمال کئے اور عمل سے اس کی تعلیم زیادہ دی۔ حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی چہیتی صاحب زادی ہیں اور مرتبے کے لحاظ سے صرف عرب کی نہیں، بلکہ جنتی خواتین کی سردار ہیں، لیکن چکی پیستے پیستے ان کی ہتھیلیاں گھس گئی ہیں۔ وہ آکر درخواست کرتی ہیں کہ مجھے کوئی خادمہ دلوادی جائے، لیکن مشفق باپ کی زبان سے جواب یہ ملتا ہے کہ "فاطمہ ابھی صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا، اس لیے تمہاری خواہش پر عمل ممکن نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی وہ مثالی تعلیم وتربیت جس سے دشمنوں تک کے دل جیتے، اور جس نے ایک وحشی قوم کو تہذیب وشائستگی کے بام عروج تک پہنچایا، اس کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تعلیم محض ایک فکر اور فلسفہ نہیں تھی جسے خوبصورت الفاظ کا خول چڑھا کر آپ نے اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کر دیا، بلکہ وہ ایک متواتر اور پیہم عمل سے عبارت تھی۔ آپ کی مبارک زندگی مجسم تعلیم تھی۔ چنانچہ احادیث نبویؐ کا استقراء کر کے دیکھا جائے تو اس میں قولی احادیث کی تعداد کم ہے اور عملی احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔ الغرض آپ کی تعلیمات نے روئے زمین پر جو حسین ودلکش انقلاب برپا فرمایا اس میں زبانی تعلیم کا حصہ کم اور عملی تعلیم کا حصہ زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس راز کو سمجھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی صحیح معنی میں پیروی کرسکیں۔ آمین۔

حواشی: [۱] علامہ نورالدین ہیثمیؒ، جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی آداب العالم والسئوال والقیاس والفتیا والکتابة، جلد اول، ص:۲۲، مطبع، الطبعة الخیریة ببلدة میرة (الهند) [۲] محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب، الوکالة، باب: الوکالة فی قضاء الدیون، جلد اول، ص: ۳۰۹، مطبع، اصح المطابع [۳] صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص: ۶۳۳، مطبع، دار الکتب الاسلامیہ، ٹیا محل جامع مسجد دھلی (بھارت آفسیٹ، دہلی، ۶)

☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۲ کا)

ابورافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مکہ مکرمہ نکل گئے، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز جمعہ پڑھائی تو (پہلی رکعت میں) سورۃ الجمعہ پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں "اذا جاءک المنافقون" پڑھا، ابورافع کہتے ہیں کہ جمعہ سے واپسی پر ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوگئی، تو میں نے کہا: آپ نے نماز جمعہ میں دو سورتیں پڑھی ہیں، علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے تھے، تو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو جمعہ میں ان دونوں سورتوں کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ (مسلم/الجمعہ ۸۷۷)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں اور جمعہ میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾ اور ﴿هل أتاک حدیث الغاشیة﴾ پڑھتے تھے اور جب عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں اکٹھا ہو جاتے، تو آپ دونوں نمازوں میں انھیں دونوں سورتوں کی تلاوت فرماتے تھے۔ (مسلم/الجمعہ ۸۷۸)

(۷) جسے نماز جمعہ سے صرف ایک رکعت ملے:

جس شخص کو نماز جمعہ سے ایک رکعت مل جائے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت مکمل کرے، اس کی نماز جمعہ ہوگئی اور جسے امام کے ساتھ ایک رکعت سے کم ملے، تو اس کی نماز جمعہ فوت ہوگئی وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعت ظہر کی نماز پوری کرے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك الصلاة" جو شخص نماز کی ایک رکعت (امام کے ساتھ) پالے، اس نے (پوری) نماز پالی۔ بخاری/مواقیت الصلاۃ ۵۸۰، مسلم/المساجد ۶۰۷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من أدرك ركعة من صلاة الجمعة أو غيرها فقد أدرك الصلاة"

جسے جمعہ یا کسی اور نماز کی ایک رکعت مل جائے، تو اس نے (پوری) نماز پالی۔

ابن ماجہ/اقامۃ الصلوات ۱۱۲۳، تحقیق الالبانی (صحیح) دیکھئے: صحیح ابن ماجہ ۱/۱۸۵ ح ۹۲۲

(۸) جس سے پوری نماز جمعہ فوت ہوجائے:

جس سے پوری نماز جمعہ فوت ہوجائے وہ چار رکعت نماز ظہر پڑھے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص کی نماز جمعہ فوت ہوجائے وہ ظہر چار رکعت پڑھے۔ (الاجماع لابن المنذر ۴۵)

فتوی کمیٹی ریاض کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے:

جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ جس سے نماز جمعہ با جماعت فوت ہوجائے، وہ اس کے بدلے ظہر پڑھے، چنانچہ اگر وہ مسافر ہو، مسافت قصر کا سفر کر رہا ہو، تو ظہر کی نیت سے دو رکعت سری قراءت کے ساتھ پڑھے اور اگر مقیم ہو تو ظہر کی نیت سے چار رکعت سری قراءت کے ساتھ پڑھے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۸/۲۲۹)

☆☆☆

پردے کا شرعی حکم

فوزیہ تبسم بنت سراج احمد سلفی، بونڈیہار بلرامپور

مذہب اسلام ایک صاف وستھرا مذہب ہے اس کی صفائی وستھرائی کا غیر مسلم قوم نے بھی اعتراف کیا ہے لیکن سب کچھ ٹھیک ہونے کے باوجود مغربی تہذیب کا چولہ مسلم خواتین مکمل اپنا چکی ہیں کیونکہ اپنے حسن اور خوبصورتی کا جلوہ بکھیرنے کو اپنے لئے فخر محسوس کرتی ہیں حالانکہ ایسا کرنے پر ان کی عزت ووقار پر ہی حملہ ہے۔

مذہب اسلام نے خواتین اسلام پر اپنے پورے جسم کا پردہ کرنا فرض کیا ہے لیکن مغرب زدہ لوگ مسلم عورتوں کی عصمت وعفت کو پاک وصاف نہیں دیکھنا چاہتے اور یہ لوگ پردے کو رجعت پسندی قرار دیتے ہیں حالانکہ تمام ائمہ دین، علماء کرام اور مجتہدین عظام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن وسنت کے احکامات وفرامین تا قیامت ہیں اور جس طرح آپ کی نبوت قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے اسی طرح آپ کی شریعت بھی قیامت تک لوگوں کے لئے ہے اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہوسکتی۔

پردے کی فرضیت کا حکم نازل ہونے کے بعد تمام خواتین اسلام نے اس حکم کی پابندی کی ہے اور یہ عمل صحابہ کرام اور تابعین عظام کے دور میں بھی جاری رہا اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوتا گیا اور موجودہ دور میں اس حد تک پہنچ گیا کہ مسلم خواتین پردہ کو اپنے شان کے خلاف سمجھتی ہیں جو قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب:۵۳)

یعنی جب ان سے تم کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی ہے۔

یہ آیت آیۃ الحجاب (یعنی پردے کی آیت) کے نام سے معروف ومشہور ہے کیونکہ یہ آیت پردے کے تعلق سے سب سے پہلی آیت ہے اور یہ آیت ماہ ذیقعدہ ۵ھ میں نازل ہوئی۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک ﷺ سے گذارش کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں بہتر ہوتا کہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق کی بات پر اتفاق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ صحیح مسلم باب فضائل عمر بن الخطاب

یہ بات یہاں پر قابل غور ہے کہ اگرچہ یہ آیت امہات المومنین کے بارے میں نازل ہوئی لیکن یہ حکم تمام خواتین اسلام کے لئے تھا، ہے اور مستقبل میں بھی رہے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (الاحزاب ۵۹)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی اور پھر انھیں ستایا نہ جائے گا۔

اس آیت میں پردے کے جنرل حکم کے ساتھ ساتھ پردے کی تعیین بھی کردی گئی ہے کہ چہرے سمیت پورے جسم کا پردہ کرنا فرض ہے کیونکہ عربی زبان میں جلباب اس کھلی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم ڈھک جائے اور بالکل یہی معنی امہات المومنین اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے بھی اس آیت سے اخذ کیا تھا۔

مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ انصاری خواتین پر رحم فرمائے جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر ان سے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے یوں باوقار انداز میں نماز پڑھتی تھیں جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ص۴۹ لابن حجر عسقلانی۔

پردے کے تعلق سے خواتین اسلام کی عفت وعصمت کو مدنظر رکھتے ہوئے پردے کی پابندی کا سختی سے حکم دیا گیا ہے کیونکہ پردے ہی میں عصمت وعفت محفوظ ہے لیکن میری اسلامی بہنوں کو مغربی تہذیب کا فیشن نے ایسا اپنے آغوش میں لے لیا ہے جس سے الگ ہونا ایک مشکل امر ہے۔

پردے کا بنیادی چیز چہرہ ہے لیکن موجودہ دور میں فیشن کا یہ حال ہے کہ نقاب کے ذریعہ پورے جسم کو ڈھکے رہتی ہیں لیکن جس کی وجہ سے زیادہ خطرہ ہے وہ عوام کے سامنے پیش کرتی ہیں جو ایک گھناؤنا فعل ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام خواتین کو عیدگاہ میں آنے کا حکم دیا بعض عورتوں نے اپنی غربت اور مفلسی کا اظہار کرکے کہا کہ ہم میں سے اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا لتلبسها اختها من جلبابها یعنی اس کی بہن یا سہیلی چادر پہنائے۔ (صحیح مسلم:۸۹۰)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر پردہ کے گھر سے نکلنا حرام ہے مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات مترشح ہوجاتی ہے کہ کسی خواتین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر پردہ کے گھر سے باہر نکلے اور نہ یہ بھی جائز ہے کہ اپنے زیورات اور اپنی زیب وزینت کو غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرکے انھیں دعوت نظارہ دے۔

اس لئے ہم اپنے غیور بھائیوں اور لائق احترام ماؤں اور بہنوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوف کھائیں اور سب مل کر مغربی تہذیب کے خیالات وافکار کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو عفت وعصمت کا تاج پہنا کر انھیں بے پردگی، اختلاط، عریانی اور فحش گوئی سے محفوظ رکھیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمامی بہنوں کو شریعت کے حساب سے زندگی گذارنے اور پردہ جیسی عظیم چیز پر گامزن رہنے کی توفیق دے۔ آمین

صلہ رحمی (رشتہ داروں کے حقوق)

سب سے ملنا چاہیے سب کو ملانا چاہیے
روٹھ جائے جو کوئی اس کو منانا چاہیے

ٹوٹتے رشتوں کو مستحکم بنانا چاہیے
نظر بد سے رشتہ داری کو بچانا چاہیے

رحمت و برکت اگر مطلوب ہے رحمان کی
وَأٰتِ ذَالْقُربیٰ کا حق ہم کو نبھانا چاہیے

عیش و عشرت چاہتے ہیں زندگی میں ہم اگر
خوبصورت رشتہ داری کو بنانا چاہیے

رزق میں ہوں برکتیں اور عمر بھی لمبی ملے
یہ اگر خواہش ہے تو رشتہ نبھانا چاہئے

جس سے قصر زندگی میں پھیلے خوشبو مشکبار
رشتہ داری کا وہ گلدستہ سجانا چاہیے

جس سے بر گشتہ ہو کوئی دور کا بھی رشتہ دار
بات ایسی کوئی بھی لب پر نہ لانا چاہیے

شیشۂ الفت میں یارو بال نہ آئے کوئی
رشتہ داری اس طرح ہم کو نبھانا چاہیے

بچھڑے ساتھی کو ملا لے جو وہی ہمدرد ہے
اس کی ہمدردی نہیں ہم کو بھلانا چاہیے

جو کوئی رشتوں کو کاٹے وہ نہیں ہے آدمی
وہ ہے شیطاں اس کی باتوں میں نہ آنا چاہیے

باتیں ہو جاتی ہیں گرچہ ناپسندیدہ بہت
سب صلہ رحمی کی خاطر بھول جانا چاہیے

جو قرابت دار ہوں ان کا رہے ہر دم خیال
خود نہ کھاکے پہلے خود ان کو کھلانا چاہیے

رشتہ داروں میں اگر کوئی ضرورت مند ہو
اس پہ صدقہ کرکے دُہرا اجر پانا چاہیے

گاہے گاہے بھیج کر ہدیے ، تحائف اور سلام
رشتہ داروں میں محبت کو بڑھانا چاہیے

خندہ پیشانی سے مل کر باتیں میٹھی بول کر
رشتہ داروں سے عداوت کو مٹانا چاہیے

رشتہ داروں کے جو ہم پر ہیں فرائض اور حقوق
وہ سلیقے سے سبھی کو دینا دلانا چاہیے

رشتہ داری کو ملے جس سے وٹامن پیار کی
ایسے پودے جا بہ جا ہم کو لگانا چاہیے

جو قرابت دار کے گھر کی مٹادے تیرگی
ایسی کچھ روشن ہمیں شمعیں جلانا چاہیے

رشتہ داروں کے دلوں کو جس سے حاصل ہو سرور
ایسے کچھ نغمے ہمیں سننا سنانا چاہیے

جو صلہ رحمی ہے کرتا وہ ہے محبوب خدا
ایسے محبوب خدا سے دل لگانا چاہیے

ملنے والوں سے ہی ملنا یہ صلہ رحمی نہیں
کٹ کے رہنا چاہے جو اس کو ملانا چاہیے

جو صلہ رحمی ہیں کرتے اور کرتے ہیں سلام
وہ بہشتی ہیں انھیں مژدہ سنانا چاہیے

قطع رحمی کرتے ہیں ہم کو بھلا دیتے ہیں جو
اپنے دستر خوان پر ان کو بلانا چاہیے

قطع رحمی کرنے والا پا نہیں سکتا بہشت
یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ اس کو سنانا چاہیے

کوئی چھوٹا ہے نہ ہم میں اور نہ ہے کوئی بڑا
یہ حقیقت رشتہ داروں کو بتانا چاہیے

دست شفقت چاہتے ہیں ہم بزرگوں کا اگر
با ادب ہوکر کے ان کے پاس جانا چاہیے

چاہتے ہیں اپنے ماتحتوں سے عزت ہم اگر
شفقتوں کے ساتھ ان سے پیش آنا چاہیے

عرش والے سے ہمیں انصاف گر مطلوب ہے
رشتہ داروں کو مظالم سے بچانا چاہیے

رشتہ داروں سے کریں نرمی مروت کا سلوک
اس طرح رحمٰن کی شفقت میں آنا چاہیے

جنت الفردوس کے طالب ہیں گر انصؔار ہم
وَصِلُوا الاَرحَام کو طاعت میں لانا چاہیے

شمیم احمد انصؔار عمری
پرنسپل جامعہ محمدیہ کھیدو پورہ، مئو
Mob. No. 9559584611

اصحاب صفہ: ایک مختصر تاریخ

ابوعدنان سعیدالرحمٰن بن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الھندی للترجمة والتالیف، نئی دہلی

زبان پر ''اصحاب صفہ'' کا نام آتے ہی ذہن ودماغ معطر ہوجاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ان مقدس جماعت اور قدسی صفات کا گروہ تھا جنہوں نے دین اسلام اور رضائے الٰہی کے لئے دنیا کی ساری آسائشوں اور ساری نعمتوں کو ٹھوکر ماردی اور عبادت الٰہی اور صحبت نبوی کو اپنی زندگی کا ماحصل بنالیا۔ ''صفہ'' اسلام کا اولین درس گاہ تھا جس کے طلبہ صحابہ کرام کی نورانی جماعت تھی اور جس کے منتظم ومربی اور معلم و مدرس نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی نگرانی میں اصحاب صفہ نے تعلیم و تربیت پائی اور دین وعبادت کی راہ میں آنے والی ہر پریشانی کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرکے ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ چھوڑا کہ اگر ہم اخروی کامیابی کے طلب گار ہوں، حصول علم کے متلاشی ہوں، رضائے الٰہی کے خواستگار ہوں اور حقیقی نیک نامی چاہتے ہوں تو ہمیں جسمانی آرام وآسائش، دنیاوی ناز ونعمت اور عارضی سکون و اطمینان کو چھوڑنا پڑے گا۔ اصحاب صفہ ہی ہیں جن سے موجودہ زمانے کے صوفیاء نے اپنی ڈاڑھے جوڑنے کی کوشش کی تو کچھ دوسروں نے اس سے اسلام میں خانقاہیت کے وجود پر دلیلیں اخذ کیں۔ اہل صفہ کی روش سے بعض شرپسندوں کو خیال آیا کہ کاسہ لیسی اور بھیک مانگنا اسلام میں ممدوح ہے یا ممدوح نہیں تو پھر اہل صفہ اس خرابی میں مبتلا تھے۔ نعوذ باللہ۔

اس کے علاوہ بھی ہمارے سماج ومعاشرہ میں اہل صفہ کے تعلق سے جتنے منہ اتنی باتوں کے بمصداق مختلف ہفوات اور بکواس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں لیکن افسوس کہ نا تو اہل صفہ سے اپنی نسبتوں کو استوار کرنے والوں نے ان کے اعلیٰ صفات کو اختیار کیا اور ناہی صفہ کو اسلام کا اولین خانقاہ بتانے والوں نے اس اولین اسلامی یونیورسٹی سے پھوٹنی والی کرنوں سے کچھ استفادہ کیا۔ اہل صفہ اور صفہ کے تعلق سے بھلا وہ مستشرقین مؤرخین اور ملحد قسم کے رائٹرس کیوں کر الفت رکھتے جن کی محنتوں اور کوششوں کا محور ہی اسلام میں کیڑے نکالنا اور اسلام کے رخ زیبا کو آلودہ کرنے کا کوئی موقع فروگزاشت نہ کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کبھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مشکوک قرار دینے کی کوشش کی، کبھی انھیں غیر فقیہ بتاکر تو کبھی ان کی حالت کا مذاق بناکر اور افسوس تو ہمارے اپنے بھی ان ہرزہ سرائیوں کے شکار ہوئے اور ''حدیث مصراۃ'' کے مسئلے کو لے کر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے وہی ساری باتیں کہہ دیں جو غیروں نے کہی تھی۔

اے کاش کہ مستشرقین کی ہرزہ سرائیوں کا سلسلہ اگر یہی تھم جاتا۔ انہوں نے اصحاب صفہ کی غربت، زبوں حالی، بے سروسامانی اور بے خانماں ہونے کا بھی طعنہ دیا اوران پر بھیک مانگنے تک کا الزام جڑ دیا ہے جس کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے عبقری شخصیت نے نہایت ہی عمدہ انداز میں جائزہ لیا ہے۔

بہرحال، اصحاب صفہ کے تعلق سے کچھ باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، اس امید سے کہ ہم اہل صفہ کے تعلق سے معلومات حاصل کریں اور ان کے قلندرانہ صفات کو اپنی زندگی میں اپنانے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں توفیقات سے نوازے۔ آمین

صفہ کسے کہتے ہیں؟: صفہ عربی میں چبوترے کو کہتے ہیں۔ سرورکائنات رسالت مآب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲/ربیع الاول یکم ہجری بمطابق ۲۷/ستمبر ۶۲۲ء کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد نبوی کو آپ نے مستقل طور پر اصلاح وارشاد کا مرکز بنایا اور یہاں مسجد سے متصل باہر ایک سایہ دار چبوترہ بنادیا جس میں شمع نبوت کے پروانے ''بے سروسامان صحابہ کرام کی مقدس جماعت'' دنیا ومافیہا سے بےخبر ہمہ وقت لسان نبوت سے جھڑنے والے بیش بہا موتیوں اور بیش قیمت گوہر کو سمیٹنے کی فکر میں رہا کرتے تھے۔

اصحاب صفہ سے مقصود کون لوگ ہیں؟: اصحاب صفہ سے مقصود وہ غریب ومفلس اور فقیر ومحتاج صحابہ کرام ہیں جن کے پاس مدینہ میں رہنے کے لئے جگہیں نہیں تھیں، وہ بے خانماں تھے، وہ صفہ میں رہا کرتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کی وہ بابرکت اور نیک خو جماعت تھی جو محض عبادتِ الٰہی اور صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھا کرتی تھی۔ ان میں اکثر مہاجرین صحابہ کرام تھے۔ (**السيرة النبوية الصحيحة للدكتور ضياء العمري ۱/۲۵۹**)

یزید بن عبداللہ بن قسیط کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ وہ صحابہ کرام تھے جن کے پاس گھر نہیں تھے۔ یہ لوگ عہد رسالت میں مسجد میں ہی سوتے اور اسی میں رہائش اختیار کیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۱/۲۵۵)

اس میں زیادہ تر مہاجرین ہی قیام پذیر تھے، اس بات کی دلیل وہ حدیث بھی ہے، جس میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع سے صفہ مہاجرین میں تشریف لائے۔ اس وقت کسی انسان نے آپ سے دریافت کیا کہ قرآن کریم کی کونسی آیت سب سے عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''آیۃ الکرسی''۔ (**المعجم الكبير للطبراني/ ۹۹۹**)

بعدازاں، صفہ میں وہ لوگ بھی سکونت پذیر ہونے لگے جو مختلف قبائل و بلاد

سے حلقہ بگوش اسلام ہوکر مدینہ تشریف لایا کرتے تھے۔(الصفة دراسة تاريخية توثيقية للشيخ محمود محمد حمو/٢٧)

اسی طرح سے صفہ میں وہ افراد بھی قیام کیا کرنے لگے جو کچھ مدت کے لئے مدینہ منورہ دین اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے اوراسی طرح سے وہ لوگ بھی صفہ میں ٹھہرنے لگے جو وقتاً فوقتاً وفود کی شکل میں یا تنہا مدینہ تشریف لایا کرتے تھے تاکہ ہدایات نبوی سے بہرہ ور ہوسکیں۔

بعض تاریخی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ انصاری صحابہ کرام نے بھی عیش وآرام کی زندگی کو ترک کرکے صفہ کی فقیرانہ زندگی کو اختیار کیا تھا جن میں براء بن مالک، ابوسعید خدری، حارثہ بن نعمان اور حنظلہ بن عامر اہم ہیں لیکن محققین مؤرخین نے اصحاب صفہ میں انہیں شمار نہیں کیا ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیتے ہیں کہ انہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر صفہ میں قیام کیا تھا تو یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے آرام وآسائش کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کے حصول کے لئے صفہ میں کچھ دن گزارے تھے اور فقر وفاقہ کی زندگی کو اختیار کیا تھا۔(حلية الأولياء ١/ ٣٥٠-٣٦٩، تفسير القرطبي ٨/١٠٨)

اصحاب صفہ کی تعداد: اصحاب صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی کیونکہ وہ مسافر حضرات بھی باہر سے آکر اسی چبوترے میں قیام کرتے جن کا مدینہ میں کوئی عزیز یا رشتہ دار نہ ہوتا اور جب یہ مسافر نہ ہوتے تو تعداد گھٹ جاتی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اصحاب صفہ وہ پردیسی اور بے سروسامان صحابہ تھے جو دنیا سے بے رغبت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو قیام گاہ بنائے ہوئے تھے۔ مسجد کے آخر میں ان کے قیام کے لئے ایک چبوترہ تھا جو مسجد سے علاحدہ تھا اور اس پر سایہ کے لئے کچھ پڑا ہوا تھا، اس پر رات گزارتے تھے۔ ابراہیم حربی اور قاضی عیاض نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے۔ اصحاب صفہ کبھی کم ہوجاتے اور کبھی بڑھ جاتے، کبھی ستر ہوگئے اور کبھی کم وبیش حتی کہ یہ تعداد چار سو تک جا پہنچی جیسا کہ علامہ قرطبی نے سورہ نور کی تفسیر میں فرمایا ہے اور سورہ آل عمران میں بھی آیت "للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله" کی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔(تهذيب الأسماء واللغات/)

امام سیوطی نے ایک مستقل رسالہ میں ایک سو ایک اصحاب صفہ کے نام گنائے ہیں تو امام حاکم نے مستدرک میں چوتیس اصحاب صفہ کے نام ذکر کئے ہیں۔ اسی طرح سے امام ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الأولیاء میں تینتالیس اصحاب صفہ کے اسماء بیان کئے ہیں۔ بہرحال جسے جس قدر نام دستیاب ہوئے، اس نے اتنے نام ذکر کئے ہیں۔

اصحاب صفہ صحابہ کرام کے اسماء گرامی:

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک حاکم میں بعض اصحاب صفہ صحابہ کرام کے اسماء ذکر کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(١) ابودرداء رضی اللہ عنہ (٢) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (٣) ابوعبس رضی اللہ عنہ (۴) ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (۵) ابوکبشہ رضی اللہ عنہ (٦) ابولبابہ رضی اللہ عنہ (٧) ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ (٨) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (٩) ابوالیسر رضی اللہ عنہ (١٠) بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (١١) ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ (١٢) ثوبان بن بجدد رضی اللہ عنہ (١٣) حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ (١۴) خباب بن الارت رضی اللہ عنہ (١۵) خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ (١٦) زید بن خطاب رضی اللہ عنہ (١٧) سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ (١٨) سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ (١٩) سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ (٢٠) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (٢١) صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ (٢٢) صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ (٢٣) عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ (٢۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (٢۵) عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (٢٦) عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ (٢٧) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (٢٨) عمیر بن عوف رضی اللہ عنہ (٢٩) عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (٣٠) مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ (٣١) مسعود بن ربیع رضی اللہ عنہ (٣٢) معاذ بن حارث القاری رضی اللہ عنہ (٣٣) مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ (٣۴) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ان کے علاوہ ڈاکٹر ضیاء عمری نے اپنی کتاب **المجتمع المدني في عهد النبوة** ص ٩٢-٩۵ میں اصحاب صفہ کے نام ذکر کئے ہیں جن میں سابقہ صحابہ کرام کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام کا اضافہ ہے۔

☆ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ☆ قیس بن طہفہ غفاری رضی اللہ عنہ ☆ کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ☆ سعید بن عامر بن حذیم الجمحی رضی اللہ عنہ ☆ اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمی رضی اللہ عنہ ☆ حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ ☆ حازم بن حرمہ رضی اللہ عنہ ☆ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ☆ حنظلہ بن ابی عامر انصاری رضی اللہ عنہ ☆ حذیفہ بن اسید ابوسریحہ انصاری رضی اللہ عنہ ☆ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ☆ جاریہ بن جمیل بن شبہ بن قرط رضی اللہ عنہ ☆ جعیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ ☆ جرہد بن خویلد اسلمی رضی اللہ عنہ ☆ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ☆ دکین بن سعید المزنی رضی اللہ عنہ ☆ خریم بن اوس طائی رضی اللہ عنہ ☆ خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ ☆ حکم بن عمیر ثمالی رضی اللہ عنہ ☆ حرملہ بن ایاس رضی اللہ عنہ ☆ زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ☆ طفاوی دوسی رضی اللہ عنہ ☆ طلحہ بن عمرو نضری رضی اللہ عنہ ☆ شداد بن اسید رضی اللہ عنہ ☆ شقران مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ☆ سالم بن عمیر اوسی رضی اللہ عنہ ☆ سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ ☆ سفینہ مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ☆ ابورزین رضی اللہ عنہ ☆ اغر مزنی رضی اللہ عنہ ☆ براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ☆ ثوبان مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ☆ ثقیف بن عمرو بن شمیط اسدی رضی اللہ عنہ ☆ سعد بن مالک ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ☆ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ ☆ غرفہ ازدی رضی

اللہ عنہ☆ عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ☆ عباد بن خالد غفاری رضی اللہ عنہ

صفہ میں قیام کے دوران اصحاب صفہ کی مصروفیات:

ایک بات تو مسلم ہے کہ صفہ میں قیام کرنے والوں میں جامع قرآن بھی تھے اور معلم قرآن بھی، معلمین رسول اور نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ خدام نبوی، محافظین نبوی، محررین نبوی، مقربین نبوی، مشیران رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خطبائے کرام، ناظر تعلیمات، امراء گورنر اور عمال بھی شامل تھے۔ اصحاب صفہ کی ایک بڑی تعداد متلاشیان حق اور طالبان علم پر مشتمل تھی۔

یہ قدسی صفات صحابہ کرام صفہ میں زمانہ قیام اپنا زیادہ تر وقت تلاوت کلام پاک اور احادیث نبویہ کے حصول میں لگایا کرتے تھے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ یہ حضرات ہر وقت تسبیح وتہلیل میں لگے رہتے تھے اور کچھ نہ کرتے تھے۔ صفہ کوئی مٹھ یا گھور تپسیا کا آشرم نہ تھا جہاں لوگ ہر وقت یا کم از کم روزانہ مقررہ وقت گیان، دھیان، مراقبہ اور مکاشفہ میں مشغول ہوتے تھے یا یہ لوگ ایسے تھے کہ دنیاوی علاقات سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہوکر بدھ مت کے مونڈوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ بلال، عبداللہ بن ام عبدہ، ابو ہریرہ اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہم وغیرہ تو مشہور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ ان کی سوانح عمریوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جہاد میں شریک ہوتے تھے، مال غنیمت میں سے حصہ بھی پاتے تھے، انہوں نے شادیاں بھی کیں، صاحب اولاد ہوئے، ان سے نسلیں چلیں اور آج تک ان میں سے بعض کی نسلیں موجود ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی مشہور تابعی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے عقد میں تھیں اور انس بن مالک کی وفات ہوئی تو اس وقت آپ کے سو سے زیادہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں تھے۔ (صفہ اور اصحاب صفہ/ عبدالقدوس ہاشمی)

اسی طرح سے جہاں کہیں دعوت وتبلیغ کی ضرورت ہوتی، ان میں سے بعض حضرات کو بھیج دیا جاتا تھا۔

اصحاب صفہ کے فقروفاقہ: اصحاب صفہ کے فقروفاقہ کا عالم یہ ہوتا تھا کہ بعض دفعہ نمازوں میں کھڑے ہوئے بھوک کی وجہ سے گر پڑتے تھے، جسے دیکھ کر شہر کے باہر سے آنے والا دیوانہ یا خبطی تصور کر بیٹھتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو کہا کرتے تھے کہ اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ تم کو اس فقر کی وجہ سے کیا ملنے والا ہے تو تم اس سے بھی بڑھ کر فاقہ اور محتاجگی کی تمنا کرو۔ (مسند احمد/ 23983، سنن ترمذی/ 2368، شیخ البانی نے اسے صحیحہ/ 2169 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھوک کی شدت کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا اور راہ چلنے والے لوگ مجھے مجنوں اور دیوانہ سمجھ کر میری گردن پر پاؤں رکھ کر آمدورفت کیا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری یہ حالت بھوک کی شدت سے ہونے والی بے ہوشی سے ہوا کرتی تھی، دیوانگی کی وجہ سے نہیں ہوا کرتی تھی۔ (حلیة الأولیاء ۱/۳۷۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم سات آدمی تھے اور ساتوں بھوکے تھے۔ لہذا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات کھجوریں عنایت فرمائیں اور ہم لوگوں کے حصے میں ایک ایک کھجور آئی۔ (حلیة الأولیاء ۱/ ۳۳۹-۳۴۰)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صفہ کے سخت دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ چپکا دیا کرتا تھا اور بعض دفعہ پتھر بھی باندھ لیا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری/ 6452)

اصحاب صفہ کے لباس کی حالت: اہل صفہ کے تعلق سے موجود آثار واخبار پڑھنے سے یہ بات طشت از بام ہوجاتی ہے کہ وہ فقروفاقہ کی جس بھٹی میں تربیت پائے تھے، وہ ان ہی کا حوصلہ تھا کہ اتنی سختی اور مشکلات کے باوجود بھی دامن صفہ کے ساتھ باوفا رہے۔ اصحاب صفہ کے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے میسر نہ تھے بلکہ کبھی ستر چھپانے کے لئے کپڑے نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ اصحاب صفہ بیٹھے ہوئے تھے اور کسی کے پاس ستر پوشی کے لئے ضروری کپڑے نہیں تھے۔ یہ لوگ اپنی شرم گاہوں کو چھپانے کے لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھے تھے اور دوسرے کو اپنے ستر کے لئے آڑ بناتے تھے۔

اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس کپڑوں کی کمی کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے لباس میلے ہوجاتے تھے لیکن چونکہ ان کے پاس دوسرے کپڑے میسر نہیں ہوتے تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے کپڑے دھل نہیں پاتے تھے۔ اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کے پاس پورا کپڑا نہیں تھا جس سے بدن چھپ جاتا۔ کپڑا دھلنے اور نہانے کے لئے کم سے کم دو کپڑوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ ایک پہنے رہیں اور دوسرا دھل کر سکھا دیں۔ اس لئے ان کپڑوں کو دھونے کی نوبت کم آیا کرتی تھی۔ اسی وجہ سے کئی کئی دن بغیر غسل کے گزر جایا کرتے تھے حتی کہ ہماری کھالوں پر پسینہ کی وجہ سے میل اور غبار کافی مقدار میں چڑھ گیا تھا۔

کپڑوں کی کمی ہی کی وجہ سے وہ لوگ ایک چادر یا ایک تہہ بند میں نماز پڑھنے پر مجبور ہوتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں جن میں سے کسی کا کپڑا گھٹنوں تک پہنچا ہوا تھا تو کسی کا اس سے نیچے تھا۔ جب رکوع میں جاتے تو اسے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے

تاکہ ستر نہ کھل جائے۔(صحیح بخاری/423)

یہ تھی اصحاب صفہ کی جفاکش زندگی، جس کے ادنی تصور سے ہی ذہن و دماغ مبہوت ہوجاتے ہیں اور انسانی روح پر اضطرابی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ یہ بوریا نشین لوگوں کی داستان زندگی ہے جنہیں زندگی گزارنے کے لئے ضروریات زندگی بھی میسر نہیں لیکن ایک وقت آیا کہ انہوں نے قیصر وکسری کی حکومتیں اکھاڑ پھینکیں اور وقت کے سپر پاور بھی ان سے تھرتھرانے لگے اور ایک ہم ہیں جو اپنی کثرت کے باوجود **غثاء كغثاء السيل** کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ ہم آرام و آرائش کے دلدادہ ہوچکے ہیں جبکہ ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تربیت میں پروردہ اہل صفہ جیسی مبارک ہستیاں تھیں۔

اصحاب صفہ کی کثرت عبادت: اہل صفہ نے سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، امام الانبیاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت پرورش پائی تھی اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت عبادت وریاضت اور تسبیح وتہلیل کا مشاہدہ کیا تھا۔ نیز انہوں نے نبی آخر الزماں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کی عبادتوں کو بھی بہت قریب سے دیکھا تھا۔ لہذا، وہ لوگ عبادتِ الٰہی کا بکثرت اہتمام کیا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے وارد ہے کہ وہ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ تسبیح کا ورد کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: "**اسبح بقدر ذنبي**" یعنی اپنے گناہوں کے بقدر تسبیح پڑھتا ہوں۔(**المنتظم في تاريخ الأمم لابن الجوزي**، ح/869)

نعیم بن محرز بن ابو ہریرہ اپنے جد امجد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں ایک ہزار کے قریب گانٹھ تھے۔ وہ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کے گانٹھوں کے مقدار میں تسبیح نہ پڑھ لیں۔(**حلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني**، ح/1364)

ابو عثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ضیافت کا سات مرتبہ شرف حاصل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ، ان کی خادمہ اور ان کی اہلیہ رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور باری باری جاگ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک جاگتا اور نماز پڑھ کر دوسرے کو بیدار کیا کرتا تھا، پھر دوسرا نماز پڑھ کر تیسرے کو بیدار کردیا کرتا تھا۔(صحیح بخاری/5441)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سلیمان بن مہران اعمش بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حذیفہ رضی اللہ عنہ نماز میں رو پڑے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے پیچھے ایک شخص کھڑا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر کہا: اس تعلق سے کسی کو ہرگز مت بتلانا۔(**الرقة والبكاء لابن أبي الدنيا**، ح/160)

عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کم روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اتنا کم روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں روزہ کی جگہ نمازوں کا زیادہ اہتمام کرتا ہوں۔ میں روزہ سے ہوتا ہوں تو نماز پڑھنے سے کمزور پڑجاتا ہوں۔(طبقات ابن سعد ۳/۱۵۵)

اصحاب صفہ کی تربیت: اصحاب صفہ کو سب سے بڑا شرف یہی حاصل ہے کہ انہوں نے مربی کامل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تربیت پائی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کی تربیت کا خصوصی خیال رکھا کرتے تھے اور جب ان سے کوئی سہو ہوتی یا کسی طرح کی خطا سرزد ہوتی تو انہیں پیار ومحبت کے ساتھ تنبیہ فرماتے اور صحیح راستے کی رہنمائی کرتے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہوئے تو اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (روزانہ کھجوریں کھا کھا کر) کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا دیئے ہیں اور روزانہ ان کا کھانا دشوار ہے اور موٹے کپڑے ہم نے پہنے ہیں، وہ بھی پھٹ چکے ہیں۔ یہ سن کر رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد بطور تربیت اپنا حال بیان فرمایا: دس سے زیادہ دن ایسے گزرے ہیں کہ میں اور میرے ایک ساتھی نے صرف پیلو کے پھل کھا کر گزارہ کیا ہے۔ مکہ میں ہم نے ایسی سختیاں برداشت کی ہیں۔ اس کے بعد ہم مدینہ میں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آگئے۔ ان کے پاس کھانے کا اکثر سامان کھجوریں ہی ہے۔ انہوں نے اس کے خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا، بلکہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اب میں ان کے سوا اور چیزیں کہاں سے لاؤں؟ اللہ کی قسم اگر گوشت یا روٹی پاتا تو تمہیں ضرور کھلا دیتا لیکن ایک بات تم سے ضرور کہے دیتا ہوں کہ شاید تم ایسا زمانہ ضرور پاؤ گے جس میں کعبہ کے پردوں کی طرح اچھے کپڑے پہنو گے اور صبح و شام مختلف پیالے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے۔(مسند احمد/16031، مستدرک حاکم/4290، صحیحہ/2486)

اہل صفہ میں سے ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں پیٹ کے بل لیٹے ہوئے سو رہے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے پیر کے اشارے سے مجھے جگایا اور فرمایا: اے جندب! یہ کس طرح لیٹے ہوئے ہو؟ یہ تو شیطان کا لیٹنا ہے۔

ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان میں سے کسی کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فوراً تنبیہ فرمائی اور کہا: "**أما علمت أن الفخذ عورة**" یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ ران ستر میں داخل ہے۔

اصحاب صفہ کا ذریعہ معاش: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اسباب کا پابند کیا ہے اور ہمیشہ سے حوائج وضروریات اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور بقائے انسانی کے لئے ان کا پورا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ اصحاب صفہ کے کسب معاش کی مختلف صورتیں تھیں۔ اصحاب صفہ میں سے بعض ایسے تھے جو دن میں کسب معاش

کرتے اور رات میں طلب علم کیا کرتے تھے۔کچھ صحابہ کرام نے آپس میں باریاں لگارکھی تھیں۔ایک دن ایک کام کاج کرتا اور دوسرا حاضر باش رہتا اور دوسرے دن اس کے برعکس ہوتا تھا اور بعض صحابہ کرام ایسے بھی تھے جنہوں نے تمام چیزوں سے بے پرواہوکرخودکوطلب علم کے لئے وقف کردیا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ ہماری قوم میں کچھ ایسے لوگوں کو بھیج دیں جو ہماری قوم کے لوگوں کو قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیں۔ان کی گزارش پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ستر قراء صحابہ کرام کو ان کے ہمراہ بھیج دیا۔ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ان حضرات کا مشغلہ یہ تھا کہ یہ رات میں قرآن پڑھتے اور ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے اور دن میں پانی لاکر مسجد میں رکھا کرتے تھے اور لکڑیاں چن کر بیچتے اور اپنا اور اہل صفہ کا کھانا فراہم کرتے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر صحابہ کرام کو ان کے ساتھ بھیج دیا لیکن انہوں نے دھوکہ دے کر منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی انہیں شہید کردیا۔ان حضرات نے جام شہادت نوش کرتے ہوئے یہ دعا کی: **اللھم بلغ عنا نبینا أنا قد لقیناک فرضینا عنک ورضیت عنا** یعنی اے اللہ! تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچا دے کہ ہم تجھ سے آ ملے ہیں اور یہ تو ہم سے راضی ہو گیا اور ہم تجھ سے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی۔(صحیح مسلم/3633)

بعض صحابہ کرام نے باہم باریاں متعین کررکھی تھیں،ان میں سے ایک دن ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا اور دوسرا کسب معاش کرتا اور دوسرے دن اس کے برعکس ہوتا تھا۔چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک انصاری پڑوسی عتبان بن مالک انصاری کے ساتھ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لئے باری مقرر کررکھی تھی۔ایک دن وہ حاضر ہوتے اور ایک دن میں۔جب میں حاضری دیتا تو اس دن کی تمام خبریں وغیرہ لاتا اور ان کو سناتا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی اسی طرح کرتے۔میرے پڑوسی ایک دن اپنی باری پر مدینہ گئے ہوئے تھے۔پھر عشاء کے وقت واپس لوٹے۔آکر میرا دروازہ انہوں نے بڑی زور سے کھٹکھٹایا اور کہا: کیا آپ سو گئے ہیں؟ میں بہت گھبرایا ہوا باہر آیا۔انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔میں نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں۔میں نے پوچھا: کیا تم سب کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔اس کے بعد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی سبھی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا۔عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے فرط خوشی میں اس موقع پر اللہ اکبر کہا۔(صحیح بخاری/2468)

سابقہ سطور میں گزرا کہ بعض اصحاب صفہ ایسے بھی تھے جو کسب معاش اور دیگر حوائج ضروریات سے مستغنی ہو کر طلب علم ہی کو انہوں نے اپنا ہم اور غم بنالیا تھا۔ایسے حضرات کے لئے طعام کا انتظام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔کبھی کہیں سے صدقہ آتا تو ان کے پاس بھیج دیا کرتے تھے اور ہدیہ آتا تو خود کھاتے اور انہیں بھی دیتے تھے۔اسی طرح سے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اصحاب صفہ کا خصوصی خیال رکھا کرتے تھے۔اکثر صحابہ کرام ان میں سے بعض افراد کو اپنے یہاں کھانے پر لے جاتے بلکہ بسااوقات صحابہ کرام دس دس افراد کو اپنے یہاں کھانے پر لے جایا کرتے تھے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا قصہ معروف ہے۔عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صفہ والے محتاج اور غریب لوگ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ ایک تیسرے کو بھی اپنے ساتھ لیتا جائے اور جس کے گھر چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچواں آدمی اپنے ساتھ لیتا جائے یا چھٹے کو بھی یا آپ نے اسی طرح کچھ فرمایا۔خیر تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تین اصحاب صفہ کو اپنے ساتھ لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ دس اصحاب کو لے گئے اور گھر میں میں تھا اور میرے والدین تھے۔راوی حدیث ابوعثمان کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ عبدالرحمٰن نے یہ بھی کہا اور میری بیوی اور خادم جو میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کے گھروں میں کام کرتا تھا۔لیکن خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کھانا کھایا اور عشاء کی نماز تک وہاں ٹھہرے رہے۔(مہمانوں کو پہلے ہی گھر بھیج چکے تھے) اس لئے انہیں اتنا ٹھہرنا پڑا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھالیا۔پھر اللہ تعالیٰ کو جتنا منظور تھا، رات کا اتنا حصہ گزر گیا تو آپ گھر واپس آئے،ان کی بیوی نے ان سے کہا: کیا بات ہوئی، آپ کو اپنے مہمان یاد نہیں رہے؟ انہوں نے پوچھا: اب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے کہا کہ مہمانوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے منع کردیا۔ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا لیکن وہ نہیں مانے۔عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں تو جلدی سے چھپ گیا کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ ہو گئے تھے۔آپ نے ڈانٹا، اے پاجی! اور بہت برا بھلا کہا پھر مہمانوں سے کہا کہ چلو، اب کھاؤ اور خود قسم کھالی کہ میں تو کبھی نہ کھاؤں گا۔عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! پھر ہم جو لقمہ بھی کھانے میں سے اٹھاتے تو جیسے نیچے سے کھانا اور زیادہ ہو جاتا۔سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھالیا اور کھانا پہلے سے زیادہ بچ رہا۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو دیکھا تو کھانا جوں کا توں تھا یا پہلے سے بھی زیادہ۔اس پر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: اے بنی فراس کی

بہن! انہوں نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر وہ کھانا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کھایا اور فرمایا: میرا قسم کھانا تو شیطان کا اغوا تھا۔ ایک لقمہ کھا کر اسے آپ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں وہ کھانا صبح تک رکھا رہا۔ اتفاق سے ایک کافر قوم جس کا ہم مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور معاہدہ کی مدت ختم ہو چکی تھی، ان سے لڑنے کے لئے فوج جمع کی گئی۔ پھر ہم بارہ ٹکڑیاں ہو گئے اور ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے خدا معلوم مگر اتنا ضرور معلوم ہے کہ آپ نے ان نقیبوں کو لشکر والوں کے ساتھ بھیجا۔ حاصل یہ کہ فوج والوں نے اس میں سے کھایا۔ (صحیح بخاری/3581)

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ زمانہ نبوی میں بھوک کی وجہ سے زمین پر اپنے پیٹ کے بل لیٹ جاتا تھا اور کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن اس راستے میں بیٹھ گیا جس سے صحابہ نکلا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے۔ میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میرے پوچھنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ مجھے کچھ کھلا دیں۔ مگر وہ چلے گئے اور کچھ نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے بھی قرآن کریم کی ایک آیت کا مطلب دریافت کیا۔ مقصد صرف یہی تھا کہ وہ مجھے کچھ کھانے کو دے دیں لیکن وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور آپ نے جب مجھے دیکھا تو مسکرا دیئے اور آپ میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو آپ نے تاڑ لیا۔ آپ نے کہا: اباہر! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے کہا: میرے ساتھ آؤ اور آپ چلنے لگے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ پھر میں نے اجازت چاہی اور مجھے اجازت ملی۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو ایک پیالہ دودھ ملا۔ دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ کہا کہ فلاں یا فلانی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ میں بھیجا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اباہر! میں گویا ہوا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بھی میرے پاس بلا لاؤ۔ کہا کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان ہیں، نہ وہ کسی کے گھر میں پناہ ڈھونڈتے ہیں، نہ کسی کے مال میں اور نہ کسی کے پاس! جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ آتا تو انہیں لوگوں کے پاس بھیج دیتے تھے اور اپنے لئے اس میں سے کچھ نہیں رکھا کرتے تھے۔ البتہ جب آپ کے پاس تحفہ آیا کرتا تھا تو انہیں بلا بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ کھاتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔ چنانچہ مجھے یہ بات ناگوار گزری اور میں نے سوچا کہ یہ دودھ ہے ہی کتنا کہ سارے صفہ والوں میں تقسیم ہو، اس کا حق دار میں تھا کہ اسے پی کر قوت حاصل کرتا۔ جب صفہ والے آئیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمائیں گے اور میں انہیں اسے دے دوں گا۔ مجھے تو شاید اس دودھ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول کی حکم برداری کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچائی۔ وہ آ گئے اور انہوں نے اجازت چاہی۔ انہیں اجازت مل گئی پھر وہ گھر میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اباہر! میں نے عرض کیا: لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا: لو اور اسے ان سب حاضرین کو دے دو۔ بیان کیا کہ پھر میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک ایک کو دینے لگا۔ ایک شخص دودھ پی کر جب سیراب ہوتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر دوسرے شخص کو دیتا، وہ بھی سیراب ہو کر پیتا اور وہ بھی پیالہ مجھے واپس کر دیتا اور اسی طرح تیسرا پی کر پیالہ مجھے دے دیتا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ اخیر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لیا اور اپنے ہاتھ میں رکھ کر آپ نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا: اباہر! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے سچ کہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھ کر دودھ پینے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برابر فرماتے رہے کہ مزید پیو۔ آخر مجھے کہنا پڑا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے دے دو۔ میں پیالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا خود پی گئے۔ (صحیح بخاری/6452)

بعض وہ آیات کریمہ جن کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ وہ اصحاب صفہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ“ (سورۃ النور/3)

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے تعلق سے امام قرطبی رحمہ اللہ نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں جن میں ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے: یہ اہل صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ وہ مہاجرین تھے جن کے پاس گھر بار اور خاندان وقبائل نہیں تھے، اس وجہ سے انہوں نے مسجد نبوی کے صفہ میں پناہ لیا۔ یہ چار سو کی تعداد میں تھے۔ یہ دن میں روزی تلاش کرتے اور رات میں صفہ میں قیام پذیر ہوتے۔ مدینہ میں کچھ بدکار عورتیں تھیں جو کھلم کھلا فحش کاریاں کیا کرتی تھیں اور وہ کپڑوں اور غلوں کے عوض بھی جسم فروشی کیا کرتی تھیں۔ لہذا، بعض اہل صفہ نے سوچا کہ ان عورتوں سے

شادی کرلیں تا کہ ان کے گھروں میں رہ سکیں اور ان کے کھانے سے استفادہ کرسکیں۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(جامع البیان للامام القرطبی ۱۶۸/۱۲)

۳-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ''۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں امام قرطبی نے جامع البیان ۲۷/۱۶ میں، امام طبری نے اپنی تفسیر ۳۰/۲۵ میں اور ابونعیم نے حلیۃ الأولیاء ۳۳۸/۱ میں ذکر کیا ہے کہ یہ اصحاب صفہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہے لیکن دکتور ضیاء عمری نے کہا ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے،اس وجہ سے کہ یہ آیت مکی ہے۔

۴-فرمان الٰہی ہے:''اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ (سورة النجم/59)

امام قرطبی نے جامع البیان ۱۲۳/۱۷ میں کہا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اصحاب صفہ نے''انا لله وانا اليه راجعون ''پڑھا اور زار و قطار رونے لگے،حتی کہ ان کے آنسوان کے رخساروں پر بہنے لگے۔جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل صفہ کے رونے کی آواز سنی تو خود رو پڑے اور آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے۔اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ کے خوف سے اگر کوئی شخص آنسو بہائے گا،وہ ہرگز جہنم کی آگ میں نہیں جائے گا اور گناہوں پر اصرار کرنے والا انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اگر تم لوگ گناہ کرنا چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالے گا اور تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو مبعوث کرے گا جو گناہ کریں گے اور اللہ ان کے گناہوں کو معاف کردے گا اور ان پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے گا،کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے''۔(جامع البیان ۱۲۳/۱۷)

۵-اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ''۔ابن سعد نے کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہے۔(الطبقات الکبری ۲۵۵/۱)

امام طبری نے مجاہد بن جبر مکی اور سدی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت فقراء مہاجرین کے تعلق سے نازل ہوئی ہے۔(تفسیر طبری ۵۹۱/۵)

۶-اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''(سورة الحشر/۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کے حوالے صفہ میں مقیم ایک شخص کو کیا۔انصاری صحابی انہیں لے کر اپنے گھر گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا: کیا کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے جواب دیا:نہیں،بس بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا ہے۔انصاری صحابی نے کہا کہ بچوں کو سلادو۔جب وہ سوجائیں تو مجھے بتانا اور کھانا لگانے کے بعد چراغ بجھادینا۔اس خاتون نے یونہی کیا۔چنانچہ انصاری اپنے سامنے موجود کھانے کو مہمان کے حضور پیش کرنے لگے۔صبح ہوئی تو مہمان کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے کام سے بے انتہا خوش ہوا ہے اور آیت کریمہ''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' نازل فرمایا ہے۔(متفق علیہ)

۷-مزید فرمایا:''وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ''(سورة الأنعام/52)

اس آیت کے تعلق سے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مکی ہے اور یہ اصحاب صفہ سے متعلق نہیں ہوسکتی ہے۔(تفسیر القرآن الکریم ۱۳۵/۲)

اس کے علاوہ بھی کچھ آیتیں ہیں جن کے تعلق سے بعض علمائے کرام نے کہا ہے کہ وہ اصحاب صفہ کے تعلق سے نازل ہوئی ہیں جبکہ محقق علمائے کرام کے مطابق وہ کسی دوسرے واقعہ سے متعلق ہیں۔لہذا طوالت کے خوف سے انہی آیتوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اصحاب صفہ کے تعلق سے لکھی گئی بعض کتابیں:

۱- تاریخ أهل الصفة لأبی عبدالرحمن محمد بن حسين النيسابوری السلمی ت ۴۱۲ھ

۲- أصحاب الصفة لأبی سعيد أحمد بن محمد بن زياد بن بشر البصری المعروف بابن الأعرابی ت ۳۴۰ھ

۳- أصحاب الصفة لأبی عبدالله محمد بن عبدالله بن حمدويه النيسابوری المعروف بالحاكم ت ۴۰۵ھ

۴- منهاج الدين لعلی بن عثمان الجلابی الهجويری ت ۴۶۵ھ

۵- التحفة فی الكلام علی أهل الصفة لتقی الدين علی بن عبدالكافی السبكی ت ۷۵۶ھ

۶- رجحان الكفة فی بيان نبذة من أخبار أهل الصفة لمحمد بن عبدالرحمن السخاوی ت ۹۰۲ھ

۷- رسالة فی الصفة وأهلها وأحوالهم لاسماعيل النقشبندی

۸- أصحاب الصفة للشيخ أبی تراب الظاهری

۹- أصحاب الصفة: دراسة تحليلة للشيخ جمال فرحان مسعد الريمی

☆☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس ۱۸، ٹونک-304001
فون:01432-244018
موبائل:09460805389

دل کا سکون کھو گیا

دل بے چین رہتا ہے۔دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔آنکھیں نم ہوجاتی ہیں آپ کے چاروں طرف شور ہے، ہجوم ہے، لوگ باتیں کررہے ہیں۔لیکن نہ آپ کچھ سن رہے ہیں اور نہ کچھ سوچ پارہے ہیں، خاموش ہیں، ماحول سے بے تعلق ہیں ''سن'' ہیں، بس خود کو اکیلا محسوس کررہے ہیں، تھکن بڑھتی جارہی ہے، آپ ایسی کیفیت سے دوچار ہیں جس کو بجا طور پر ''لاتعلقی'' کہا جاسکتا ہے۔

آپ کوئی کام کرتے ہیں تو اس میں من نہیں لگتا، ہنستے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ارتکاب جرم کررہے ہیں، ہروقت یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو وہ نہیں ملا جو ملنا چاہیے اور آپ کے علاوہ ہرانسان خوش وخرم ہے۔

آپ کو ہردم یہ خیال ستاتا رہتا ہے کہ آپ نے اب تک وہ کام نہیں کیا جو آپ کو کرنا چاہیے۔جبکہ درحقیقت آپ کو خود معلوم نہیں ہوتا کہ آخر وہ کام کیا ہے؟

غلط عادتوں کا سہارا: اس احساس تنہائی اور مایوسی سے نجات پانے کے لئے کچھ لوگ منشیات کا سہارا لیتے ہیں اور کچھ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں، بدنام بستیوں اور گلیوں کا رخ کرتے ہیں اور کچھ خود اپنے آپ کو ''سزا'' دینے کے لئے، نت نئے تفکرات میں اراداتاً مبتلا رہنے لگتے ہیں اور دھیرے، دھیرے صحت خراب ہوجاتی ہے، لیکن جو اشخاص سمجھدار ہوتے ہیں وہ خود کو زیادہ سے زیادہ مصروف کاررہ کر اس صورتحال کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔

واضح رہے کہ اس کیفیت کا تعلق، معاشی حالات سے نہیں، اس کے شکار غریب ہوتے ہیں تو سرمایہ دار بھی ہوتے ہیں، اس کا صحیح علاج اور تدارک اگر ہے تو صرف یہی کہ تمناؤں، عزائم، آرزوؤں، ضرورتوں، معاشی کیفیت، خانگی ماحول، صلاحیتوں وغیرہ کا احساس وادراک کرکے، ترقی کے لئے کوشش کریں، لیکن یہ حقیقت صرف نظر نہ کریں کہ تمنائیں کبھی پوری نہیں ہوتیں کیونکہ ان کی کوئی حد نہیں، لامحدود ہوتی ہیں، اور یہ بھی تو سچ ہے کہ کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا، اس نفسیاتی کجی کا تحلیل نفسی سے ماہرین نفسیات علاج کرتے ہیں اور اگر دوا کی ضرورت پیش آتی ہے تو دماغی امراض کا اسپیشلسٹ تجویز کرتا ہے نام نہاد عامل، جھاڑ، پھونک، تعویذات کے ذریعہ لوگوں کو دھوکے دیکر، بیوقوف بناتے ہیں، ان سے ہمیشہ دور رہیں، حکیم صاحبان (حکماء) مفرح یاقوتی معتدل، مفرح بارد جواہر والی، معجون نجاح، مفرح شیخ الرئیس، تجویز کرتے ہیں لیکن ان کی افادیت مشکوک ہے۔

ڈینگو سے ہوشیار: ڈینگو کی تباہ کاریوں سے سب واقف ہیں، زیادہ تر لوگ اس حقیقت سے بے خبر نہیں کہ یہ ایک مچھر کے کاٹنے سے پھیلتا ہے اور برسات کے موسم میں اس خطرناک بیماری کا دائرہ وسیع ہوجاتا ہے، اگر ہم توجہ دیں تو آسانی کے ساتھ اس بیماری سے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو بچاسکتے ہیں۔

اس کا لاروا صاف پانی میں ہی پنپتا ہے، اس لئے برسات کا موسم اور پانی اس کے لئے بہت مناسب اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔واضح رہے کہ ڈینگو کا مچھر دن میں ہی کاٹتا ہے اور کولر کے پانی میں، نالے اور نالیوں میں، گڈھوں کے پانی میں اس کی افزائش بخوبی اور بآسانی ہوتی ہے۔

حفاظتی تدابیر: گھر کے اندر اور آس پاس پڑوس میں پانی جمع نہ ہونے دیں۔نالیوں اور ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرروز تھوڑا سا کیروسین ڈال دیا کریں، پانی کے برتنوں کو کھلا نہ رکھیں۔کھڑکیوں او ردروازوں میں باریک جالی لگائیں۔پورے شریر کو ڈھکنے والے کپڑے پہنیں۔

کیڑے، مکوڑے مارنے والی دوا کا چھڑکاؤ، اسپرے پمپ سے پورے گھر میں کریں، لیکن کچن، مٹکوں، اور کھانے، پینے کی اشیاء احتیاط سے ڈھک کر اور بند کرکے چھڑکاؤ کریں، یہ احتیاط بہت ضروری ہے۔

سوتے وقت، مچھر بھگانے اور مارنے والے محلول Liquid کی مشین ضرور چلائیں، Coils بھی جلاسکتے ہیں۔ممکن ہو تو مچھردانی میں سوئیں۔

(**نوٹ**) دیہات میں تو اب بھی، نیم کے خشک پتوں کو جلاتے ہیں تاکہ اس کے دھوئیں سے مچھر بھاگ جائیں۔

ڈینگو کی علامات: سردی لگ کر بخار ہوتا ہے، جی مالش کرتا ہے، یعنی متلی ہوتی ہے، بھوک کم لگتی ہے، دست بھی ہوتے ہیں، جوڑوں میں درد ہوتا ہے، جسم پر کہیں، کہیں لال دھبے بھی ہوسکتے ہیں، پورے جسم میں تیز درد ہوتا ہے۔

علاج: دیسی ادویہ میں اس کا علاج واضح نہیں، اس لئے فوری طور پر کوالیفائیڈ ڈاکٹر سے علاج کرائیں۔

ہوشیار: جھولا چھاپ ڈاکٹروں، نیم حکیموں کے پاس نہ جائیں۔نادان کی دوستی جی کا جنجال۔

پس نوشت: حال ہی میں، آنکھوں کے آپریشن کے بعد ۵۰ سال میں پہلی بار چند روز کا آرام ملا، یعنی بقول ڈاکٹر صاحب (ماہر امراض چشم) چند روز آرام کریں، کلینک جانا بند کردیں، چنانچہ مشورے پر عمل کیا لیکن شمس الاطباء علامہ سید اصغر علی آبرو کے قدیمی، قلمی، صدری، مجرب نسخے کلینیکل تجربات میں بدستور مصروف رہا، یہ نسخہ بہت کامیاب ہے اور برص یعنی سفید داغ کی بیماری کا خاتمہ کردیتا ہے۔

جن مقامی لوگوں کو یہ دوائیں دیں انہوں نے حیرت انگیز اثرات کی تصدیق کی، داغ سرخ ہورہے ہیں، ان شاء اللہ چند دنوں یا ماہ میں جلد کے ہمرنگ ہونے کی امید ہے۔

یہ مرض بہت ہٹیلا بھی ہے اور لاعلاج بھی لیکن استاد آبرو رحمہ اللہ کے نسخے نے تو بفضلہ تعالیٰ کمال ہی کردیا، حالانکہ قیمتی نسخہ ہے اور اجزاء کمیاب ہیں پھر بھی دستیاب ہوگئے، مزید تیاری کے مراحل میں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مریض، جو پہلے سے زیر علاج ہیں جلد ہی صحت یاب ہوجائیں گے۔ ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

امن وشانتی، رواداری، قومی یکجہتی، آپسی بھائی چارہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت/مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲۹/دسمبر ۲۰۱۷ء

اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے، وہ رواداری، قومی یکجہتی اور بھائی چارہ کے فروغ کا سب سے بڑا علمبردار رہا ہے۔ اسلام سراپا دین رحمت ہے، وہ ہر قوم و وطن میں اور پوری انسانیت کے لیے امن وشانتی چاہتا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ امن وشانتی، رواداری اور آپسی بھائی چارہ کی رہی ہے قرآن وسنت میں جگہ جگہ نرم دلی اور رحم وکرم کی تعلیم دی گئی ہے۔ کتاب وسنت کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامنے سے ہی ان تمام چیزوں کا دور دورہ ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے ندوۃ المجاہدین کے زیر اہتمام منعقدہ چار روزہ آل کیرل کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے خطبہ مسنونہ کے بعد سرکردہ سماجی، سیاسی اور علمی شخصیات کی موجودگی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلمان اپنے کام کی شروعات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعہ کرتا ہے جس میں رحم وکرم کی تعلیم دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کانفرنس کی شروعات اس پروردگار عالم کے نام سے کررہے ہیں جس کے نام میں امن وسلامتی کی دعا ہے اور اس کے نام کا مطلب ہی ہے امن وسلامتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس اللہ کے نام سے اس کانفرنس کی شروعات کررہے ہیں جس کے ذریعہ ہم دارالسلام یعنی جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور سلام سلام جنت والوں کا کلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ملک میں امن وشانتی کے فروغ کے لیے کوشاں ہے اور وہ دہشت گردی کے خلاف ہر محاذ پر آواز بلند کررہی ہے۔ کانفرنسوں، سیمیناروں، سمپوزیم، فتوے اور دیگر وسائل کے ذریعہ دہشت گردی اور داعش جیسے دہشت گرد تنظیموں کی تخریبی سرگرمیوں کی سخت الفاظ میں مذمت کرتی رہی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ اسلام کی تاریخ رواداری اور اخوت کی رہی ہے۔ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح وسمجھوتہ اور امن وشانتی کی اہمیت وافادیت اور دوسروں کے ساتھ رواداری کی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر آج بھی کوئی حلف الفضول جیسے معاہدہ کی بات کرتا ہے تو ہم اس طرح کے معاہدہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف الفضول میں شامل ہوکر یہ پیغام دیا ہے کہ جب امن وشانتی کی بات آئے اور انسانیت کی فلاح وبہبود کی بات ہو تو ہم تمام مسلمانوں کو اس میں پیش پیش رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اور مسلمانوں کی رواداری کی سب سے روشن مثال صلح حدیبیہ بھی ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بے مثال رواداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے اسلاف مولانا ابوالکلام آزاد، سید احمد خان، سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور تمام علماء مصلحین اپنے زمانے میں امن وشانتی، بھائی چارہ، قومی یکجہتی اور رواداری کے علمبردار رہے ہیں۔ اور کانفرنس اور دیگر پلیٹ فارموں سے ہم نے قومی یکجہتی کا سب سے زیادہ ثبوت اور فروغ دیا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی کے جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق اس چار روزہ آل کیرل کانفرنس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے خازن جناب الحاج وکیل پرویز اور دیگر مذاہب کے رہنماؤں میں سوامی اگنی ویش اور سابق مرکزی وزیر قانون جناب سلمان خورشید نے خطاب کیا۔

اس کانفرنس میں کیرل کے بعض ممبران اسمبلی اور وزراء نے اور مختلف دھرم ومذاہب کے لوگوں نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس چار دن تک جاری رہے گی۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	26/-
چمن اسلام اول	20/-
چمن اسلام دوم	26/-
چمن اسلام سوم	28/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	163/-

جماعتی خبریں

تعلیم عورت کا بنیادی حق ہے اورتعلیم کا اول وآخر مقصدعمل ہے / جامعہ دارالفرقان (للبنات) سعیدآباد کی طالبات سے فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا خطاب: بموجب محمد عبدالرافع صدیقی معتمد جامعہ بتاریخ ۸/ ڈسمبر ۲۰۱۷ بروز جمعہ صبح ۱۰ بجے جامعہ دارالفرقان للبنات سعیدآباد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نومنتخب عہدیداران فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی' امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند' الشیخ محمد ہارون سنابلی' ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور جناب عبدالوکیل پرویز صاحب خازن مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جامعہ آمد پرصدر جامعہ محمد عبدالوحید' معتمد جامعہ محمد عبدالرافع صدیقی' شیخ الجامعہ محمد عمرخان عمری اور معلمین ومعلمات جامعہ نے دل کی گہرائیوں سے استقبال کرتے ہوئے ایک تربیتی جلسہ منعقد کیا جس کی نظامت مسعود حسین محمدی معلم ونگران انجمن نے کی ۔اس موقع پر حافظ عبدالقیوم صاحب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ اورالشیخ شفیق عالم جامعی ناظم جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد بھی شیوخ کے ساتھ موجود تھے ۔ اہل علم وفضل کی آمد پر اپنی طبعی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طالبات نے وقت کی کمی کے باوجود مختصر علمی وتربیتی مظاہرہ کیا۔جس میں شعبہ حفظ کی طالبہ رمیصاء احمد نے قراءت کلام پاک اور ڈپلومہ دوم کی طالبہ رقیہ بنت عبد الحفیظ نے نظم اور فضیلت کی طالبہ جویریہ بیگم نے اردو تقریر پیش کی۔اس کے بعد الشیخ ہارون سنابلی نے خطاب کرتے ہوئے طالبات سے کہا کہ وہ صحابیات کو اپنا آئیڈیل بنائیں اور جناب عبدالوکیل پرویز صاحب خازن نے طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں خاص طور پر مسلمان طالبات کو تعلیمی میدان میں ہمیشہ آگے رہنا چاہیے۔اس کے بعد فضیلۃ الشیخ اصغرعلی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ طالبات دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاق پر بھی توجہ دیں نیز کہا کہ تعلیم عورت کا بنیادی حق ہے اور تعلیم کا اول وآخر مقصد عمل ہے۔اس موقع پر محمد عبد الخالق چلکل گوڑہ' اور محمد الیاس صاحب بھی موجود تھے ۔اخیر میں محمد عبدالوحید صدر جامعہ نے ہدیۂ تشکر پیش کیا اور اسی کے ساتھ جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

ہفت روزہ تفسیری پروگرام: کتاب اللہ سے تعلق جوڑنے اور مقصد حقیقی کی معرفت کرانے کی غرض سے کلیہ امہات المومنین (فتح پور، بارہ بنکی) کے زیراہتمام طالبات کے لیے ایک ہفت روزہ تفسیری دروس پر مشتمل پروگرام منعقد کیا گیا۔جس میں ۱۸/دسمبر ۲۰۱۷ء سے ۲۴/دسمبر ۲۰۱۷ء تک پابندی کے ساتھ روزانہ بعد نماز عشاء اواخر قرآن کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کو تفسیر کی روشنی میں قرآن کی بیسک اور بنیادی معلومات سے متعلق دروس کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ چنانچہ اختتام پر انھیں دروس کی روشنی میں طالبات کے درمیان تحریری مسابقہ کرایا گیا۔نتیجہ دیکھ کر بھرپور استفادے کا اندازہ ہوا۔ پروگرام کی اختتامی نشست اور مجلس تقسیم انعامات بروز منگل ۲۶/دسمبر ۲۰۱۷ منعقد ہوئی۔ آغاز عائشہ خاتون بنت حافظ محمد ریاض کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ کچھ علمی اور ثقافتی پروگرامس بھی پیش کیے گئے۔جس میں سب سے بہترین اور دلچسپ کردار ممبئی کی طالبہ رضوانہ خاتون کا رہا۔ پروگرام کے مسابقتی مرحلے میں صبیحہ خاتون بنت نظام الدین (نبی پور) عائشہ خاتون بنت بابو خان رضوی (لکھنؤ) اور نکہت بنت عبدالوہاب (ممبئی) نے بالترتیب اول، دوم اور سوم انعام کے حقدار قرار دی گئیں۔لہٰذا انعامات سے نوازکران کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ یہ پروگرام بانی ادارہ مولانا سلطان عبدالعزیز سلفیؒ کی اہلیہ، محترمہ عالمہ ام سلمیٰ نسوانیہ حفظہا اللہ کے زیراشراف ہوا۔ پورے پروگرام کی ادارت وانصرام اور دروس کے اہتمام کی ذمہ داری بانی ادارہ کے فرزند عثمان الماس سلمہ نے انجام دی۔ بحمدللہ پروگرام کامیاب رہا۔(عثمان احمد بن سلطان عبدالعزیز، سکریٹری کلیہ امہات المؤمنین)

ضرورت معلمہ: کلیۃ امہات المومنین بارہ بنکی میں ایک تجربہ کار معلّمہ کی سخت ضرورت ہے جو درجات علیا میں تدریسی لیاقت رکھتی ہوں، ان شاء اللہ قیام وطعام کے ساتھ معقول مشاہرے کا انتظام کیا جائے گا۔خدمت کی خواہشمند عالمات تفصیل کے لیے رابطہ کریں۔(عثمان احمد بن سلطان عبدالعزیز، سکریٹری کلیۃ امہات المومنین بارہ بنکی موبائل نمبر 8604769572، فون نمبر 05240-245013)

حضرت مولاناالحاج ثناء اللہ سلفی کا انتقال پرملال: بڑے رنج وغم کے ساتھ یہ خبر دی جاتی ہے کہ جمعیت وجماعت اہل حدیث کے ترجمان علاقہ ٹاپو کے مایہ ناز عالم دین ودارالعلوم سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ سپول بہار کے سابق استاذ ومفتی ۹/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۷ نومبر ۲۰۱۷ء بروز پیر عین اس وقت اللہ کو پیارے ہوگئے جب دنیاوی فجر آفتاب اپنی جلوہ سامانی کے ساتھ نمودار ہو رہا تھا اس گھڑی علم وادب کا یہ سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔اناللہ واناالیہ راجعون۔آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔

شیخ کی عمر اٹھاسی سال تھی، جمعیت وجماعت سے وابستگی مولانا کا طرہ امتیاز تھا، حق کے داعی، میدان درس وتدریس کے شہسوار، فقہ وفتوی، علم میراث کے ماہر تھے۔ شیخ رحمہ اللہ لاولد تھے۔اللہ شیخ رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے اور بیوہ ودیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطافرمائے۔جنت الفردوس کا مکین بنائے آمین قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔(غمزدہ: محمد سیف الدین ندوی، نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث سپول، بہار)

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز اور جملہ ذمہ داران وکارکنان نے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے) ☆☆